An International Literary Urdu Magazine Globally Circulated

ماہنامہ

قندیل ادب انٹرنیشنل لندن

شمارہ:102 ماہ جون 2021ء

QINDEEL-E-ADUB INTERNATIONAL

80 STRATHDONE DRIVE LONDON SW17 0PW
(M) 0044-7886-304637, 0044-2089449385
www.qindeel-e-adub.co.uk,
ranarazzaq52@gmail.com

لندن سے شائع ہونے والا میدانِ ادب کا واحد کثیر الاشاعت بین الاقوامی اردو میگزین
लंदन से सबसे अधिक प्रकाशित होने वाला उर्दू अदब का मात्र अंतरराष्ट्रीय मैगज़ीन

اسرائیلی حملے اور ظلم کے خلاف آواز

مبشر شہزاد، گلاسگو

قہر ڈھایا جا رہا ہے حضرت انسان پر
بم گرائے جا رہے ہیں آہ مسلمان پر
ظلم جاری ہے ابھی تک فوج اسرائیل کا
مختصر لکھتا ہوں میں موقع نہیں تفصیل کا
ہو رہے ہیں قتل یوں معصوم بچے رات دن
جیسے کرتے ہیں بپا یہ ہی تو فتنے رات دن
جان لینا فوج اسرائیل کا بس کھیل ہے
کتنے معصومین سے اس کی بھری ہر جیل ہے
جانے کس کس کی زمینوں پر بھلا قابض ہے یہ
جنگ کا حامی ہے یہ اور صلح کا منکر ہے یہ
اس کو ہتھیاروں کی ہے امداد سے طاقت ملی
اس کو امریکہ کا حاصل ہے تعاون ہر گھڑی
غم ہے یہ کوئی نہیں ہے ساتھ دینے کیلئے
سارے اسلامی ممالک ہیں تماشائی بنے
ہیں عرب کے سب ممالک خوف کے مارے ہوئے
کوئی بھی راضی نہیں امداد کرنے کیلئے
کر رہا ہے یہ مبشر تجھ سے اے مالک دعا
مشرق وسطیٰ میں نکلے امن کا اب راستہ

***

Earlsfield Properties

Professional Residential Property Management Services

We will manage your property at 0% commission
Guaranteed
Rent Schemes for 3 & 5 years.

Free Management Services
Guaranteed Vacant Possession.

Get it Right

- ✓ Member National Landlord Association
- ✓ Member Deposit Portection Schemes
- ✓ Member The Property Ombudsman Scheme
- ✓ Winner of Pakistan Achievement Award 2014 (Excellence Management)
- ✓ Vastly Experience in Housing Benefits Clients.

PLEASE CONTACT: NAVEED SARWAR (MA EUROPEAN REAL ESTATE)

175 Merton Road, London SW18 5EF

Tel: 02082656000 02088770762
Fax: 02088749754
Email: info@earlsfieldproperties.com
Web: www.earlsfieldproperties.com

مجلس ادارت

بانی اراکین

خان بشیر احمد رفیق مرحوم

آدم چغتائی مرحوم

مدیر

رانا عبدالرزاق خان

نائب مدیر: مبشر شہزاد، گلاسگو

اراکین ادارتی بورڈ

ڈاکٹر منور احمد کنڈے، رضیہ اسمٰعیل برمنگھم، رند ملک کنیڈا، اسلم ناصر آسٹریلیا، ثقلین مبارک آسٹریلیا، رانا مبارک احمد بحرین، بشیر احمد خان سویڈن، راجہ منیر احمد، ڈاکٹر منصور خوشتر بھارت، منور احمد خورشید۔ امجد مرزا امجد، طارق مرزا آسٹریلیا، عبدالقدیر کوکب، بشارت احمد چیمہ۔

التماس

تمام دوستوں سے التماس ہے کہ اپنی شعری و نثری تخلیقات اور ادبی پروگرامز کی رپورٹیں وغیرہ برائے اشاعت بصورت ''اِن پیج اردو'' فائلز مع تصاویر ای میل سے روانہ فرمائیں۔ ''قندیل ادب انٹرنیشنل'' بیسیوں ممالک میں لاکھوں اردو قارئین کے زیر مطالعہ رہتا ہے۔ میگزین کے مندرجات پر آپ کی رائے یا مختصر تبصرے ہمیں اپنا محاسبہ کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ مضامین کے ساتھ ضروری حوالہ جات آپ کے مضامین کی افادیت کو بڑھاتے ہیں۔ آپ کی بھیجی ہوئی تمام تصاویر وغیرہ ''کاپی رائٹ فری'' ہونی چاہئیں۔ شکریہ

IMPORTANT ANNOUNCEMENT

"Qindeel-e-Adab International" magazine is a non-commercial and non-profit e-product, as well as on paper, internationally distributed free of cost for the promotion of bi-lingual poetry, fiction, informative multi purpose interesting articles etc in Urdu alphabet in the UK and Europe under the sole ownership of its Chief Editor Abdul Razzaq Khan of the address as stated elsewhere within this magazine for delivery of documents.

The magazine and the contents herein DO NOT relate to a political, religious or a social group whatsoever. The Editor does not necessarily agree with the opinions expressed by the article writers, poets etc..

Although the e-magazine is FREE OF COST to all, yet for ON PAPER copies of the magazine we do expect a reasonable amount of donation to cover the costs of printing, postage and packing for all countries as stated) Chief Editor.

فہرست مضامین

فلسطین میں بے گناہوں کا قتل عام	اداریہ	4
غزلیات: منیر باجوہ، افتخار راغب، طفیل عامر، مبارک احمد مبارک، جمشید مسرور، آفتاب شاہ، ساجد محمود رانا، ڈاکٹر ظفر جازب، ڈاکٹر طارق انور باجوہ، جواد شیخ، وسیم احمد محمود بٹ، ڈاکٹر مقصود جعفری، راشد منیر، امین اوڈیرائی، عامر یوسف لاہور، اطہر حفیظ فراز، عابد کمالوی، ساجدہ انور، فرزانہ فرحت، شمشاد شاد، فیض احمد فیض، سید ہاشم رضا ہاشم، م م محمود، یوسف ندیم پونے،		5 تا 16
انسان رہیں خیالی ہیرو نہ بنیں	خادم علم و ادبعلیان قادری	17
غزل	آفتاب شاہ	18
اینجلا مرکل	ادارہ	19
حمد باری تعالیٰ	افتخار راغب دوحہ	20
ارض مقدس یعنی فلسطین اور سورۃ الانبیاء کی دعا	انجینئر محمود مجیب اصغر	21
مسئلہ فلسطین اور چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کی عظیم خدمات		22
ثناء اللہ نیازی (ر) سیشن جج میانوالی	ادارہ	27
ظالم کا ظلم اور مظلوم کی بددعا مدمقابل آجائیں...	جاوید چودھری	28
افکار اقبال	آفتاب شاہ	29
یوم مئی۔ ایک اہم تحریک	ادارہ	30
سفید پوش بے ضمیر وطن فروش	میاں فہیم	31
میری ماں	آفتاب شاہ	32
افسانہ کرامات		33
خراش قلم	آفتاب شاہ	34
جستہ جستہ	عطاء القادر طاہر	36
ظفر عباس کا بیان	ابن لطیف	38
کمال کا تجزیہ ہے	رجل خوشاب	39
تاریخی واقعات کا مرکز بیت المقدس	شہزادہ مبشر۔ گلاسگو	40
غزل	شازیہ عالم شازی کراچی	41
برطانیہ کے غریب ترین پیر	صاحبزادہ ضیاء الرحمٰن ناصر	41

****

ماہنامہ قندیل ادب انٹرنیشنل لندن

دُنیا میں پھیلی ہر قسم کی بربریت ظلم اور بے گناہوں کے قتل عام کی ادارہ سخت مذمت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بنی نو انسان کو عقل و سمجھ دے کہ وہ انسانوں پر ظلم ڈھانا بند کر دے۔ اللہ کی لاٹھی یقیناً بے آواز ہوتی ہے۔

(مدیر)

فلسطین میں بے گناہوں کا قتلِ عام

گیارہ دن کی شدید بمباری اورانسانیت کے قتلِ عام کے بعد فلسطین میں پھر سے امن کی اُمید جگی ہے۔اس جنگ میں کسی قوم کی جیت نہیں ہوئی ہے بلکہ اس میں انسانیت کی جیت ہوئی ہے ....اس جنگ کو ختم کروانے میں جن ممالک نے اپنی انسانیت دکھائی ہے وہ قابل تحسین ہے۔لیکن ابھی ہمیں بہت کچھ کرنا باقی ہے۔اس تباہی سے اپنی جانیں گنوا چکے اورمتاثر ہوئے افراد کودوبارہ اس خطہ میں بسانا اورامن قائم رکھنے کیلئے ماحول کو سازگار بنانا اقوم متحدہ کیلئے ایک بڑا چیلنج ہے۔فلسطین میں مسجد اقصیٰ دُنیا کے مسلمانوں،عیسائیوں،اور یہودیوں کی ایک مقدس جگہ ہے۔تاریخ کے مطابق یہ مسلمانوں کا قبلہ اول رہا ہے۔اس کے بعد خانہ کعبہ کو اللہ کا پہلا گھر اور قبلہ مسلمانوں نے تسلیم لیا۔

آج عرب اور باقی مسلم مالک اپنی عیش وعشرت کی زندگی میں مگن ہیں اور یہود ونصاریٰ کے ایجنڈے پر کام کر رہے ہیں۔ان مما لک نے فلسطینیوں کیلئے ایک لفظ تک نہیں بولا۔ان سب کو باری باری اسرائیل ہڑپ لے گا۔اگر آج اس اُمت نے اتحاد نہ کیا تو ان کو محکوم ہونے سے کوئی نہیں بچا سکتا۔تاریخ پڑھ کر پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں نے جس قدر مسلمانوں کو نقصان پہنچایا ہے اورکسی نے انہیں پہنچایا۔مسلمانوں کو اتحاد اور تنظیم کو مقدم رکھنا ہوگا۔

مسلم دُنیا کو آج اپنے عقیدوں،دُشمنیوں کو چھوڑ کر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوکر اُمت مسلمہ کی فلاح و بہبود کیلئے کام کرنا چاہیے۔جس کیلئے ہمیں دُعائیں کرنی چاہیئں۔ (راناعبدالرزاق خان)

زندگی - عاصی صحرائی

کسی دوست نے ایک خوبصورت تحریر بھیجی ہے جو آپ کے پیش نظر ہے۔
زندگی کا تقریباً آدھا حصہ یہاں عرب امارات میں گزار دیا اور اس عرصے میں نہ کبھی کسی عاشقِ رسول سے ملاقات ہوئی اور نہ ہی کسی مجاہدِ ختم نبوت سے۔نہ کوئی گدی نشین ملا اور نہ کوئی صاحبِ طریقت،رہبر شریعت اور نہ ہی تعمیر وترقی کا ہیرو۔نہ کبھی دورانِ محرم اہلِ تشیع کے جلوس اور ریلیاں نکلتے دیکھیں اور نہ ہی کبھی صحابہ کرامؓ کے یومِ وفات اور یوم پیدائش پر جلسے،جلوس اور بلاک ہوتی سڑکیں۔

نہ کبھی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے کے موقع پر جگہ جگہ ٹریفک جام دیکھا اور نہ ہی کبھی کسی پر گستاخی کا الزام لگا کر سر تن سے جدا کرنے والے مجاہد۔یہاں دنیا کے ہر ملک و مذہب کے لوگ بستے ہیں۔جسے شراب خانے جانا ہے جائے،جسے مندر جانا ہے جائے،جسے چرچ جانا ہے جائے،جسے مسجد جانا ہے جائے،جسے آٹھ تراویح پڑھنی ہیں پڑھے،جسے بیس پڑھنی ہے پڑھے اور جسے نہیں پڑھنی نہ پڑھے۔اس کے باوجود بھی یہاں اسلام کو کوئی خطرہ نہیں۔

جس ملک کا میں رہنے والا ہوں وہاں مذہبی سیزن ختم ہوتے ہیں تو سیاسی سیزن شروع ہو جاتے ہیں۔کبھی سیاسی پارٹیوں کے جلسے یا دھرنے تو کبھی مذہبی جماعتوں کے۔کبھی ڈاکٹرز کا احتجاج تو کبھی اساتذہ کا۔کبھی ربیع الاول کے جلوس تو کبھی حسینی ماتم۔رمضان آیا تو تراویح پڑھنے کے بعد لاوڈ اسپیکر پر پورے محلے کو زبردستی ثواب پہنچانے کی جدوجہد۔کبھی ناموس رسالت کی ریلیاں،کبھی تاجدارِ ختم نبوت کے دھرنے تو کبھی سیاستدانوں کا پروٹوکول۔عورتیں رکشے میں بچے جنتی ہیں،مریض ایمبولینس میں تڑپ تڑپ کر جان دے دیتا ہے۔چلو جی جو مر گیا اسے شہید بولو اور دفنا دو۔اللہ کے بندو،پہلے خود پر تو اسلام نافذ کرو،پوری دنیا کے ٹھیکیدار بعد میں بننا،اور ہاں فی الحال ہم جیسے نام نہاد غازیوں،مجاہدوں اور عاشقوں کو دنیا ماسوائے نکمی،جھوٹی،فراڈی،بھکاری اور دغاباز قوم کے سوا کچھ بھی نہیں سمجھتی۔(طالب دعا-ملک رشید الدین-مارکھم(ٹورانٹو)

اعلان - ماہنامہ قندیل ادب انٹرنیشنل میگزین کا سالانہ چندہ 25 برطانوی پونڈ ہے۔اگر کسی کو گھر پر بذریعہ ڈاک ارسال کرنا پڑے تو 35 پونڈ سالانہ ہے۔
نیچے دیئے گئے اکاوئنٹ میں سالانہ چندہ کی ادائیگی فرمائیں۔جزاکم اللہ

رانا عبدالرزاق خان لندن
HSBC London UK, A/C 04726979 Sort Code 400500
(M) 0044-7886-304637, 02089449385

غزلیات

حمد و ثنا کے ساتھ

منیر باجوہ

جینا ہے ہم کو دل مِرے ہر دم وفا کے ساتھ
اپنا نہیں گزارہ کسی بے وفا کے ساتھ

باغوں میں پھول کِھلتے ہیں گاتی ہیں بلبلیں
ہو حمد تیری ہر سُو پھیلے صبا کے ساتھ

دَر پر تیرے یہ سَر ہے اے مالکِ جہاں
رکھنا کرم تُو ہم پر جئیں اِس دُعا کے ساتھ

ہمیشہ رہے تُو راضی ہم سے میرے خدا
راضی ہیں ہم اے مالک تیری رضا کے ساتھ

دونوں جہاں سنوار دے میرے خالقِ جہاں
سانسیں چلیں مِری تیری حمد و ثنا کے ساتھ

بھیجیں درود ہر دم تیرے حبیب پر (صلعم)
ہر سانس ہو ہماری صلے علیٰ کے ساتھ

جس سے ہے عشق ہم کو وہ ہے عزیزِ جان
رکھتے ہیں اسکو دل میں ہم عشقِ صفا کے ساتھ

اُس پر پڑے نگاہ تو کہتا ہے دل منیر
آنکھوں کی راہ سے دل میں آ مرحبا کے ساتھ

نامعلوم

جو کتابِ عشق کا باب تھا وہ جلا دیا تو بھلا دیا
وہ جو سات رنگا گلاب تھا وہ ہٹا دیا تو بھلا دیا

مجھے یاد تھا جو کتاب سا جو زبر سے زیر کا پیش تھا
جو سیاق سے تھا سباق تک وہ مٹا دیا تو بھلا دیا

جسے پڑھتے پڑھتے الجھ گئی مری زندگی بھی حساب سی
جو سوال سے تھا جواب تک وہ بتا دیا تو بھلا دیا

جو چھپا تھا میرے وجود میں مرے ہاتھ میں مرے ساتھ میں
جو عروج سے تھا زوال تک جو گھٹا دیا تو بھلا دیا

جو دیا تھا میرے خیال کا جو تھا چاند میرے سرور کا
وہ جو روشنی کا دیا سا تھا جو بجھا دیا تو بھلا دیا

جو نوائے دل کا مقام تھا جو صدائے دل سے تھا آشنا
جو خطا بھی تھا جو عطا بھی تھا وہ سلا دیا تو بھلا دیا

جسے مان تھا کہ مرا ہے وہ جو یہ کہتا تھا کہ ترا ہوں میں
جو غرور سے تھا بھرا ہوا وہ گنوا دیا تو بھلا دیا

وہ جو اجنبی سی منڈیر پر مجھے ملنے آتا تھا دور سے
جو یقین سے تھا بھرا ہوا وہ رلا دیا تو بھلا دیا

جو مثال تھا کسی حور کی جو کمالِ خال میں روپ تھا
جو کمال سے تھا جمال تک وہ جلا دیا تو بھلا دیا

افتخار راغبؔ

ٹکرا رہی ہے چرخ سے اہلِ زمیں کی آہ
اپنی ہی دھُن میں مست ہیں ذہنی مریض شاہ

وشواس کیسے تجھ پہ ہو، دے کون تیرا ساتھ
جملوں میں مکر و فن ترے فقروں میں اشتباہ

کشتی ہوئی جو غرق تو غرقاب ہوں گے سب
روکی گئی نہ آگ تو ہوں گے سبھی تباہ

قول و عمل میں فرق ترا وصفِ خاص ہے
باتیں سفید جھوٹ، عمل ہیں ترے سیاہ

اہلِ نظر کو اتنا بھی مت بے خبر سمجھ
سب کی نگاہ میں ہے، کہاں ہے تری نگاہ

ایسی ہوا چلی ہے کہ اب گھُٹ رہا ہے دم
ہو جائے ارضِ امن و اخوّت نہ رزم گاہ

شاہین کا شکار نہیں سہل یاد رکھ
صیّاد! ختم تجھ کو ہی کر دے نہ تیری چاہ

صد شکر فکر مند ہیں اب اہلِ قافلہ
گمراہ کر نہ پائیں گے نا اہل سربراہ

راغبؔ میں کیا بتاؤں کہ کس حال میں ہے عدل
منصف بجھے بجھے ہیں تو سہمے ہوئے گواہ

منیر باجوہ

”جزاء تُو خود ہے روزے کی“

بشر کمزور ہے مولا وہ خود اقرار کرتا ہے
خطائیں ہو ہی جاتی ہیں وہ کب انکار کرتا ہے

بھوکا پیاسا رہتا ہے وہ تیرے حُکم کی خاطر
عبادت روز و شب تیری یہ روزہ دار کرتا ہے

ہر اک جائز تمنا سے وہ خود کو دور رکھتا ہے
وہ تجھ سے اور تُو اُس سے ہمیشہ پیار کرتا ہے

یہ تیرا حُکم ہے مولا جزا تُو خود ہے روزے کی
تیرے حُکموں سے روزہ دار دل سے پیار کرتا ہے

تیری توفیق سے انسان روزہ دار بنتا ہے
پھر تیرے حُکم کے تابع اسے افطار کرتا ہے

تُرش لہجے سے جب کوئی بھی اُس پر وار کرتا ہے
مَیں روزہ دار ہوں وہ خود سے یہ اظہار کرتا ہے

صرف بھوکا پیاسا رہ کے کیا احساں بھلا تجھ پر؟
یہ احساں ہے تیرا مالک جو زیرِ بار کرتا ہے

تیرا احسان ہے پیارے کہ ابلیسی وساوس کو
تُو اس ماہِ مقدس میں انہیں لاچار کرتا ہے

خواہش تیز ہوتی ہے کہ بڑھ بڑھ کر کریں نیکی

برائیوں سے طبیعت کو یہ ماہ بیزار کرتا ہے
مقدس رات ہے اس میں کہ جسکا ذکر قرآں میں
نہ پہنچے اُسکو، کوشش گر ماہِ ہزار کرتا ہے
قرآنِ پاک کا اس میں اُترنا شان ہے اسکی
وہی کامل صحیفہ ہے جو بیڑا پار کرتا ہے
بیاں کیسے تقدس ہو بھلا اس ماہ رمضاں کا
کہ منہ کی بُو کو روزہ میں جو خوشبو دار کرتا ہے
قرآنِ پاک کا پڑھنا، محبت ہو تلاوت سے
تیرا دل اے منیرؔ آخر یہی پرچار کرتا ہے

مبارک احمد عابد

حالِ دل ہائے ہائے میں کہیے
بحر کو آبنائے میں کہیے
کام میں لایئے غزال آنکھیں
کچھ اشارے کنائے میں کہیے
دل کے جذبوں کی دُھوپ سی باتیں
دلرُبائی کے سائے میں کہیے
میرے ہوکر نہ آپ میرے ہوئے
فرق اپنے پرائے میں کہیے!
چاہ میری نہ جانیئے پھیکی
چینی گر کم ہے چائے میں کہیے
شمع ہیں آپ طاق دل میرا
سچ ہے کیا اپنی را ئے میں کہیے
ساری دنیا کے دُکھ ہیں اور عابدؔ
ہوگا کیا دل سرائے میں کہیے

جمشید مسرور

دیکھنا شاخ شب پہ بار آیا
چاند لپکا کہ روئے یار آیا
برف پیڑوں سے رات بھر پگھلی
یوں لگا موسم بہار آیا
پھر نہ آئے کبھی غزال وہاں
میں ہی دریا پہ بار بار آیا
واں بھی خنجر کھلے تھے ہر جانب
میں جہاں جسم و جاں فگار آیا
ذکر عہد جنوں پہ کہتا ہوں
ایک موسم تھا ایک بار آیا
کچھ مجھے بھی نہ تھا یقیں خود پر
کچھ اسے بھی نہ اعتبار آیا
آنسوؤں سے ڈھلی ڈھلی آنکھیں
سوگواری سے کیا نکھار آیا
زرد اندیشہ رخ پہ کھلنے پر
رنگ آیا تو بے شمار آیا
پھر در عیش وا ہوا دل پر
پھر شب مہ سے ذکر یار آیا
میں بھی لایا تھا ساتھ بینائی
وہ بھی کچھ ہوکے آشکار آیا
لائیو دستہ دُم طاؤس
بوئے گُل کا ادھر غُبار آیا
کھولیو حلقہ نوا جس میں
پائے زنجیرِ بہار آیا
گرد گیر شمیم سے کھیو
جادہ رنگ مُشکبار آیا
ساز کی طرح بولتا وہ بدن
لرزش رقص در کنار آیا
سرحد لب ہوئی جہاں آغاز
رگ گُل جیسا اک اُبھار آیا
ناف دلدار نافہ آہو
موسم غلبہ تتار آیا

- ق -

ایک دیوار شب کا گرنا تھا
دن کا چاروں طرف سے وار آیا
چیخ دلدوز ہے مگر سمجھو
باغ سے نغمہ ہزار آیا
خوف جاں سوز ہے مگر جانو
امن عالم کا اشتہار آیا
چارہ گر یوں شفا پناہ ہوا
اپنے سارے مریض مار آیا
دیکھتا ہے ہر اک کو یوں مُنصف
جیسے کوئی نیا شکار آیا
مُحتسب شہر میں نکلتا ہے
جیسے کرنے بلاتکار آیا
اور وہ یعنی عالم جاہل
زشت رو و سیاہ کار آیا
آسماں کی تلاش میں تھا مگر
میں کہ اپنی زمیں بھی ہار آیا
اپنے نخل بدن پہ بھی جمشید
”سر منصور ہی کا بار آیا“

نامعلوم

میں سوچ رہا ہوں کہ مرے حالِ زبوں پر
اب دہر میں تکلیف کرم کون کرے گا
وہ وقتِ تہجد مری صحت کی دُعائیں
اُٹھ اُٹھ کے مجھے راتوں کو دم کون کرے گا
ہونٹوں پہ لیے جلوہ تقدیس تبسم
تسکینِ دل شکستہ صنم کون کرے گا
وہ مشورہ ترک سخن فکر پہ قدغن
احسان بہ اندازِ ستم کون کرے گا

طفیل عامر

تھی ندی چڑھی جو اُتر گئی
کہیں کیا جو ہم پہ گزر گئی
مری کشتی لے کے ہے ڈوبی جو
وہ پلٹ کے لہر اُدھر گئی
وہ جو اس نے مجھ سے کہی نہیں
وہ ہی بات دل میں اُتر گئی
تیرا وعدہ مجھ سے بھی تھا کوئی
تو اے زندگی ہے مکر گئی
ہے قدم مسیحا نے جب رکھا
مرے دل کی دنیا سدھر گئی

آفتاب شاہ

سنو مجھ کو تم کچھ کہنے دو
پاس بس اپنے رہنے دو
نکھوں سے تھوڑی سی پلا دو
بس پانی وانی رہنے دو
عشق کا ساگر بہنے دو
سنیے! آپ دیوانے ہو گئے ہیں کیا
عقل سے انجانے ہو گئے ہیں کیا
آنکھیں پڑھنے کے لیے ہوتی ہیں
ان میں میخانے ہوتے ہیں کیا
ایسے ہوش بھی کھوتے ہیں کیا
سنیے ناں! ہجر سے مجھ کو ڈر لگتا ہے
ساتھ نہ چھوٹے ڈر لگتا ہے
جدائی کے تپتے سورج سے
جل نہ جائے گھر لگتا ہے
مجھ کو دشمن سارا شہر لگتا ہے
سنو! عشق یہ جاناں! کچا گھڑا ہے
کب یہ ڈوبیکون جانا ہے میں
تو بس ہر پل یہی سوچوں گھڑا
یہ میرا ڈوب نہ جائے
سنگ تیرے جینا سنگ مرنا ہے
سنیے! سنگت کا بھی عجب عالم ہے
جل ترنگ کا بجتا سرگم ہے
دل کی آنکھیں جب بھی کھولوں
دکھتا مجھ کو بس بالم ہے
عشق کا کتنا پاگل موسم ہے
سنو! آؤ کچھ پل جی لیتے ہیں
وعدے پورے کر لیتے ہیں
نہ میں بولوں نہ تم بولو
دل امنگوں سے بھرتے ہیں
اک دوجے میں مر جاتے ہیں
سنیے مانگ لیں مجھ کو گھر والوں سے
ڈرتے کیوں ہے شہر والوں سے
گر ہے مجھ سے سچی محبت
چھین لیں مجھ کو نگر والوں سے
لڑنا ہے ہم کو جبر والوں سے
سنو! اب کی بار میں گھر آؤں گا
ڈولی تیری لے جاؤں گا
کوئی روکے کوئی ٹوکے
حق کا کلمہ پڑھ جاؤں گا
در پہ سر تیرے دھر جاؤں گا

نامعلوم

بازیچہ افطار ہے روزہ میرے آگے
چٹنی ہے پکوڑہ ہے سموسہ میرے آگے
جس شوخ نے اوڑھا نہ کبھی سر پہ دوپٹہ
رمضاں میں وہ کر لیتی ہے پردہ میرے آگے
چھ سو کا ہے یہ سیب تو دو سو کا ہے کیلا
لے ائی ھے تبدیلی بھی کیا کیا میرے آگے
گو ہاتھ میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے
رہنے دو ابھی لسی کا مٹکا میرے آگے
ایمان مجھے کھینچے ہے اگر جانب مسجد
آجائے ہے چپکے سے کرونا میرے آگے.

نماز۔منیر باجوہ

خدا نے دل پسند رستہ بتایا خود کو پانے کا
بہت احسان انساں پر کیا خود کو دکھانے کا
جہاں میں رحمتِ باری سے وافر حصہ دینے کو
بنایا حضرتِ انساں کو اشرف اس زمانے کا
بنایا اس کو بندہ اور سکھائی بندگی اپنی
نمازیں فرض کردیں، اک سلیبس آزمانے کا
نمازیں ہی سواری ہیں جو پہنچاتی ہیں منزل پر
نمازیں راستہ سیدھا ہے اس کا قرب پانے کا
بھلا مقصد کیا تھا خلق کو تخلیق کرنے کا؟
کریں وہ بندگی اُس کی یہ مقصد اِس کے آنے کا
نمازوں میں سلیقہ ہو اگر رونے کا انساں کو
نہیں بہتر کوئی چارہ پھر خالق کو منانے کا
سکونِ قلب ملتا ہے نمازوں میں ہی انساں کو
یہی عمدہ وسیلہ ہے گناہوں کے مٹانے کا
نماز آنکھوں کی ٹھنڈک ہے بتایا پیارے آقا نے
کیا پیارا اشارہ ہے یہ آنکھوں میں سجانے کا
یہی جنت کی کُنجی ہے جو دی مخلوق کو رب نے
اسی سے ہی کھلے وہ در، جو در جنت کو جانے کا
امامِ وقت کی خواہش کہ بن جائیں نمازی سب
اطاعت کر منیر اُس کی کہ وقت آیا نبھانے کا

ساجد محمود رانا

ساعتِ ہجر گزر جائے تو گھر چلتے ہیں
مجھ میں اک شخص ہے مر جائے تو گھر چلتے ہیں
ایک اُمید بکھر جانے کا گریہ سن کر
دل سے مر جانے کا ڈر جائے تو گھر چلتے ہیں
صرف اک خواب جو تعبیر کا غم سہتا ہے
آنکھ کا زینہ اُتر جائے تو گھر چلتے ہیں
عکسِ دیوار کے سینے سے لپٹ کر رو لے
اور آئینہ بکھر جائے تو گھر چلتے ہیں
ورنہ تنہائی پرندوں کا بدن نوچے گی
کٹ گرا ساتھ شجر جائے تو گھر چلتے ہیں

مناجات

منیر باجوہ

خطائیں ہی خطائیں ہیں میرے مولا دُہائی ہے
نہ ہی کچھ دین میں حصہ نہ دنیا ہی کمائی ہے
تیری نظرِ کرم ہے جس سے بیڑا پار ہوتا ہے
سدا نظرِ کرم رکھنا جواب تک تجھ سے پائی ہے
تیرے فضلوں کو گن پاؤں بھلا کیسے یہ ممکن ہے
ہر اک لغزش تری رحمت کی چادر نے چھپائی ہے
اگر اعمال کو دیکھوں تو خالی ہے میرا دامن
تیری بخشش ہو تب مولا گناہوں سے رہائی ہے
میرے ماں باپ کا درجہ بلند رکھنا تُو جنت میں
کیا شفقت تھی انکی جو میرے دل میں سمائی ہے
مجھے ہے عمر بھر پالا میرے نخرے اُٹھاتے تھے
یہ تربیت تھی اُنکی جس نے سیدھی راہ دکھائی ہے
تیرا ہی رنگ ہے ہر سُو یہاں گلزارِ ہستی میں
زمین و آسماں میں بس تِری قدرت نمائی ہے
حصارِ عافیت میں تا ابد رکھنا میرے مولا
عمر بھر جو بھی سانس آئی تیرے فضلوں سے آئی ہے
منیؔر ناتواں پر اپنی رحمت کو سدا رکھنا
بھلائی جو بھی پائی ہے تیری رحمت سے پائی ہے

میری ماں

ڈاکٹر ظفر جاذب

اج میں جس دی گل سنانی
او سی اپنے گھر دی رانی
بلدی دھپ اچ ٹھنڈی چھاں سی
سب توں چنگی میری ماں سی
اوس دی اکھیاں دا میں تارا
کہندی مینوں راج دلارا
منہ، سر چمدی تھکدی نئیں سی
لاڈ لڈوؤندی اکدی نئیں سی
جد بیمار میں ہو جاندا ساں
اوہدی گودی سو جاندا ساں
اک پل میتھوں دور ناں رہندی
میرے ساہنواں ساہ او لیندی
انگلی میرے ہتھ پھڑا کے
لوری پیار دی فیر سنا کے
اوس نیں میرا مان ودھایا
پہلا کلمہ اُنج سکھایا
جد میں پٹیا پیلا پیر
آکھے میرے لال دی خیر
خوشیاں نال او اڈدی پھردی
کھنڈ، بتاشے ونڈدی پھردی
کھیڈ کے جد وی گھر آندا ساں
اوہدی گودی چڑھ جاندا ساں
مینوں دیسی گھیو کھوا کے
ددھ ملائیاں وچ نوا کے
اپ او بکھی رہ جاندی سی
میری خاطر سہہ جاندی سی
مینوں تک،تک رجھدی نئیں سی
مینوں رجھ کے تکدی نئیں سی
کدھرے مینوں نظر ناں لگے
آیتاں پھوکدی رہندی پڑھ کے
جد او مینوں چن کیندی سی
میرے سینے ٹھنڈ پیندی سی
گھر آون وچ دیر جے ہوندی
او تے بوہے آن کھلوندی
کیندی جلدی گھر آیا کر
روٹی نال مرے کھایا کر
اوس راتی وی دیر ہوئی سی
میری دنیا نھیر ہوئی سی
ماں نیں اوس دن چپ چپیتے
ہورے کنج اے فیصلے کیتے
میری واز تے بولی نئیں سی
اکھ ذرا وی کھولی نئیں سی
کنج حیاتی گذرے گی فیر
ایوی سن کے ڈولی نئیں سی
جاندے ویلے کجھ نئیں کہہ گئی
میرے ہاسے، خوشیاں لہہ گئی
جدھروں واپس کوئی نئیں اوندا
ایسے رستے تے او پہہ گئی
ماں دے دم نال باغ، بہار اے
ماں ایں جنت،ماں گلزار اے
ماں تے دوجا روپ جے رب دا
ایہہ رشتہ کدھروں نئیں لبھدا

منیر باجوہ

اے محنت کش مزدور ہے یہ دنیا کا دستور
انسان اکیلا کچھ نہیں یاں سب کے سب مجبور
رزق کما کر کھاتے ہیں یاں سب ھی مرد وزن
کرنے مشقت جاتے ہیں کئی وطن سے کوسوں دُور
وطن کے اندر رہ کر بھی کام تو کرنا پڑتا ھے
کام میں عزت، کام میں عظمت کرنا اسے ضرور
دَھن دولت کا کیا بھروسہ آج ہے کل مفقود
اصل ہے محنت اصل دیانت کیوں ہونا مغرور
وافر دولت سے ہوتا ہے انساں شکر سے دُور
رُوکھی سُوکھی کھا کر بہتر ہو جانا مشکور
ہمت چاہے جتنی کر لیں دولت ہاتھ نہ آئے
اس کا دینے والا منیر رازق رب غفور

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

جو ہم نے عالِمِ کون و مکان دیکھا ہے
جہاں پڑی ہے نظر اک جہان دیکھا ہے
کسی کی چشمِ تلطف نے کر دیا گھائل
نہ اُس سا کوئی حسیں، مہربان دیکھا ہے
ہمیں خوشی سے گزرنا ہے آزمائش سے
ہوئے ہیں سرخرو جب امتحان دیکھا ہے
سوال کرنے سے پہلے ذرا یہ سوچ تو لو
وہ کون ہے جسے اتنا مہان دیکھا ہے
طلسمِ ہوش رُبا کے نہیں یہ قصّے جو
سنا ہے تم نے وہ ہم نے ہر آن دیکھا ہے
شکار کرنے جو آئے، شکار ہو کے چلے
نگاہ تیر تو ابرو کمان، دیکھا ہے
کُھلے ہیں علم کے، عرفان کے جو دروازے
کہیں پہ اور کیا ایسا گیان دیکھا ہے!
ہمیں یقین کی جانب کچھ اور بڑھنا ہے
دُھویں سے آگ کا اب تک گمان دیکھا ہے
نہیں ہے دل کی تسلّی جو ہو نہ وصل نصیب
ہو ئی ہے گفتگو، تو امتنان دیکھا ہے
پڑیں رہیں گے اسی در پہ ہم یونہی طارق
یہیں پہ ہوتے ہیں سب کامران دیکھا ہے

ساجد محمود رانا

مجھ پہ اُنگلی اُٹھا رہے ہو تم
یار کیا کرنے جا رہے ہو تم
اس قدر دورِ اشکباری میں
قہقہے کیوں اڑا رہے ہو تم
میرے ٹھکرائے آزمائے ہیں سب
ہاتھ جن سے ملا رہے ہو تم
ایک مدت سے آسماں سر پر
کیا ہوا کیوں اٹھا رہے ہو تم
خواب تعبیر بھی ضروری ہے
صرف آنکھیں بنا رہے ہو تم
میں یہ کیا سن رہا ہوں لوگوں سے
چھوڑ کے مجھ کو جارہے ہو تم
حرفِ آخر جسے کہا تھا کبھی
آج اس کو مٹا رہے ہو تم

عیدکارڈ۔منیر باجوہ

عید کارڈ اک رسم ہے جَگ کو دکھانے کیلئے
ہے یہ دستک بھولے بھٹکوں کو سنانے کیلئے
عید سے اگلے ہی دن ٹکڑوں میں بَٹ جاتا ہے یہ
ہے یہ اک حربہ فقط پیسے اڑانے کیلئے
اس سے زائد کچھ حقیقت ہی نہیں اس کی یہاں
ہے دکھاوا اوّل و آخر دکھانے کیلئے
عید کارڈوں کی ضرورت کیا ہے گر سوچیں ذرا
ھے یہی نکتہ فقط دل کو منانے کیلئے
بچت کر کے ایسی چیزوں سے کریں نیکی کوئی
دیں کسی غریب کو چُولھا جلانے کیلئے
تیرا تھوڑا بھی بہت ہوگا غریبوں کیلئے
مِل ہی جائیگا انہیں بھی کچھ تو کھانے کیلئے
غرض مند بچے دعا دینگے تمہیں اس کام پر
چل پڑیں گے وہ بیچارے عید منانے کیلئے
دل کی دھڑکن کہہ رہی ہوگی تمہیں سن غور سے
لے غریبوں کی دعائیں چین پانے کیلئے
سال بھر جو یاد نہ رکھیں پیاروں کو منیر
یاد دہانی ہے فقط اُنکو جگانے کیلئے

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

سُنو یہ عشق کے مارے برے نہیں ہوتے
برا ہو ایک تو سارے برے نہیں ہوتے
تمھارے ساتھ نصیبوں نے کھیل کھیلا ہے
یہ آسمان کے تارے برے نہیں ہوتے
تم ایک بار اتر کر تو دیکھو میداں میں
کھلاڑی سب ہی جو ہارے، برے نہیں ہوتے
بہت سے رہ گئے نازاں تھے جو کہ ہمّت پر
جو اس نے پار اتارے، بُرے نہیں ہوتے
بہت سے لوگ، بہت نرم دل بھی رکھتے ہیں
امیر سب تو بچارے برے نہیں ہوتے
ہمارے دیس میں آؤ کبھی تو دیکھو گے
کہیں بھی جاؤ نظارے برے نہیں ہوتے

تمہیں بھی مل کے یہ اندازہ ہو گیا ہو گا
ہمارے جو بھی ہیں پیارے برے نہیں ہوتے
دلوں کو پاک کرے وہ تو صاف دل ہو ویں
خدا نے جو ہوں سنوارے برے نہیں ہوتے
جہاں جہاں پہ بھی طارق گئے یہ دیکھا ہے
بنے جو دوست ہمارے، برے نہیں ہوتے

ہرگز نہ کنارہ کرنا

آفتاب شاہ

ڈوبتے لمحے کبھی مجھ کو نہ اشارہ کرنا
ڈھلتے سورج میری یاد دبے پاؤں سے
آ بھی جائے تو اس کا نہ نظارہ کرنا
خود ہی مرنا مگر مجھ سے نہ توقع رکھنا
رابطہ کرنا مگر مجھ سے نہ دوبارہ کرنا
عشق نہ کرنا اگر ہو تو اے میرے ہمدم
کرکے دوبارہ نہ اپنا خسارہ کرنا
چاند کو چاند ہی رہنے دو تو یہی بہتر ہے
بھول کے چاند کو تم ہرگز نہ ستارہ کرنا
اپنی حدوں سے نکلو گے تو مر جاؤ گے
مر تو جانا مگر اس کو نہ گوارہ کرنا

طفیل عامر

اب سوچتے ہیں کس طرح بہلائیں گے دل کو
ممکن تو نہیں پھر بھی یہ سمجھائیں گے دل کو
اس کے لیے تڑپے جو کبھی تھا نہ ہمارا
صدمے بھی ہیں کیا کیا جواب کھائیں گے دل کو
کھویا ہے تو ڈھونڈیں بھی اسے شہر میں اس کے
کب اور کہیں ہوگا وہیں پائیں گے دل کو
ایسی بھی نہیں کوئی کمی دل میں ہمارے
مجبور مگر اتنے کہ ٹھکرائیں گے دل کو
اس سے تھے جو پہلے ہوا کیا حال تھا ان کا
لے جا کے کسی روز یہ دکھلائیں گے دل کو
کیا لمحہ تھا دیکھا اسے، پھر دھڑکا تھا ایسے
لگتا نہیں تھا اب بھی بچا پائیں گے دل کو
معلوم نہ تھا ایسا بھی ہو جائے گا عامرؔ
جاں لیوا کوئی روگ لگا لائیں گے دل کو

جواد شیخ

آپ جیسوں کے لیے اس میں رکھا کچھ بھی نہیں
لیکن ایسا تو نہ کہیے کہ وفا کچھ بھی نہیں
آپ کہیے تو نبھاتے چلے جائیں گے مگر
اس تعلق میں اذیت کے سوا کچھ بھی نہیں
میں کسی طرح بھی سمجھوتہ نہیں کر سکتا
یا تو سب کچھ ہی مجھے چاہیے یا کچھ بھی نہیں
کیسے جانا ہے کہاں جانا ہے کیوں جانا ہے
ہم کہ چلتے چلے جاتے ہیں پتا کچھ بھی نہیں
اب میں کیا اپنی محبت کا بھرم بھی نہ رکھوں
مان لیتا ہوں کہ اس شخص میں تھا کچھ بھی نہیں
میں نے دنیا سے الگ رہ کے بھی دیکھا جوادؔ
ایسی منہ زور اداسی کی دوا کچھ بھی نہیں

مذہب اور مذہبی لوگ

رشید احمد صدیقی صاحب اپنی کتاب کلیات جگر کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں: ''مذہب بڑی سخت اور قابل قدر آزمائش ہے۔ بالخصوص مسلمانوں کا مذہب جس طرح کے مذہبی لوگ میرے پیش نظر ہیں وہ اس درجہ کے بیوقوف ہوتے ہیں کہ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ جب وہ اپنے اردگرد کے معمولی لوگوں کو دھوکہ نہیں دے سکتے تو وہ خدا کو کیونکر دھوکہ دیں گے جس کے صفارت کا ان کو علم ہے۔ یقین ہو یا نہ ہو، ان کو یہ بھی نہیں معلوم کہ خدا نے اپنے سارے اختیارات ان بندوں کو ہمیشہ کے لئے منتقل کر دیئے ہیں جن کا وہ حق مارتے رہتے ہیں ایسے معاملات میں وہ خدا کے ہاں جتنی عرضیاں بھیجتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو پڑھے بغیر عدالت مجاز کو واپس کر دیتا ہے۔ ان میں بعض ایسے معصوم بھی ملیں گے جو اس کوشش میں رہتے ہیں کہ خدا کو نہ سہی ان کے فرشتوں کو ہی دھوکہ دے کر کاربراری کر لیں جو ان کا اعمال نامہ مرتب کرنے کے لئے کاندھوں پر بٹھا دیئے گئے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ آخرت میں پٹواری کے اندراجات کی بنا پر مقدمہ جیت لیں گے۔'' (رانا حسن)

سیاہ حقیقت

آپ ایک بار دنیا کا نقشہ میز پر بچھائیں اور کرہ ارض کو دو حصوں میں تقسیم کریں‘ اسلامی دنیا اور کافر دنیا‘ آپ اس کے بعد دونوں دنیاؤں کا جائزہ لیں‘ آپ کو کافر دنیا میں امن بھی ملے گا‘ خوش حالی بھی‘ اطمینان بھی‘ سکون بھی‘ علم بھی‘ ٹیکنالوجی بھی اور احترام انسانیت بھی‘ آپ کو پتہ چلے گا کعبہ ہمارا ہے لیکن اس کی توسیع کا کام برطانیہ کی ایک ایسی کمپنی کر رہی ہے جس کی منیجمنٹ میں یہودی بیٹھے ہیں ہمارے امام حج کا خطبہ یہودی کمپنی کے ساؤنڈ سسٹم پر دیتے ہیں اور ہم یہ خطبہ یہودیوں کے ایجاد کردہ ٹیلی ویژن پر دیکھتے ہیں‘ آپ کو پتہ چلے گا اسلامی دنیا کے 72 فیصد امراء نے یورپ‘ امریکا اور مشرق بعید میں جائیدادیں خرید رکھی ہیں‘ یہ لوگ سال کا 40 فیصد کافر معاشروں میں گزارتے ہیں‘ دنیا کی 93 فیصد ٹیکنالوجی اور علم کافر دنیا کے پاس ہے اور ہم سر کے درد سے لے کر اوپن ہارٹ سرجری تک کافروں کے محتاج ہیں‘ کیوں؟ آخر کیوں ؟ اور ہم میں اور ان میں اور ہمارے معاشروں میں کیا فرق ہے؟ صرف ایک ہی فرق ہے ہم مولوی پیدا کرتے ہیں اور وہ عالم۔

طفیل عامر

کجھ تے ہن توں کر سائیاں
دل چوں مکے ڈر سائیاں
تاڑے نہ لگ جاون اکھیاں
پیر مرے دل دھر سائیاں
کتنا میٹھوں پچھے جے
میں نہ چھڈاں در سائیاں
درد سندھیہ جد دے وچھڑے
دوریاں نیں گھر گھر سائیاں
آساں لے کے در تیرے
اپڑے آں مر مر سائیاں
حال کیہ میرا، دل اندر
اک کرلاندا تھر سائیاں
عمر سی نکی، پیو اگے
کمبھیا میں تھر تھر سائیاں

چاندرات
"منیر احمد باجوہ"

"خوشیوں کا یہ سماں ہے حُسیں چاندرات ہے"
ایسے میں تُو کہاں ہے حُسیں چاند رات ہے
رکھتا ہوں تیری یاد کو دل میں سنبھال کر
دل میں میرے طوفاں ہے حُسیں چاندرات ہے
منزل ہو کوسوں دور اسے پا ہی لیتا ہے
عزم جس کا بھی جواں ہے حُسیں چاندرات ہے
خوشیاں منا رہے ہیں اہلِ جہان سب
مولا بھی مہرباں ہے حُسیں چاند رات ہے
ترے حُسن کی رنگینیاں کیسے کروں بیاں
تیرا عاشق کُل جہاں ہے حُسیں چاندرات ہے
ہر آنکھ تجھکو دیکھ کر واپس نہ لوٹے گی
جہاں سارا شاہجہاں ہے حُسیں چاندرات ہے
کبھی پیار بھی چُھپا ہے چُھپانے سے اے منیر
یہ محض اک گماں ہے حُسیں چاند رات ہے

ڈاکٹر مقصود جعفری

بیرونِ خواب رہ کے بھی دل محوِ خواب ہے
صحرا میں موجِ خواب تو عکسِ سراب ہے
تیرا سوال سننے کی مجھ میں نہیں ہے تاب
ناصح مرے سوال کا یہ کیا جواب ہے
اب آبگینہ رنگ ہیں امواجِ سیلِ تُند
طوفاں بدوش حلق رقصِ حباب ہے
جو لوگ اِس جہاں کو سمجھتے ہیں اک فسوں
اُن کے لئے جہانِ دگر بھی عذاب ہے
جس سرزمیں پہ جنبشِ لب پر زباں کٹے
وہ سر زمیں تو گوشِ صد التہاب ہے
جتنے بھی بے ضمیر ہیں آسائشوں میں ہیں
روشن ضمیر جو بھی ہے زیرِ عتاب ہے
جلتے ہیں لوگ آتشِ ہجراں میں جعفری
بے زور و زر کی آج بھی قسمت خراب ہے

ڈاکٹر مقصود جعفری

اوّل چگونہ آمدی آخر چہ ھا شدی
بالا بلاء من تو برایم بلا شدی
بُو از گل و شرار ز آتش جدا چو نیست
ای بی وفا چرا ز محبّان جدا شدی
یک لحظہ در حیات قراری نیافتم
ای دل چرا بہ عشق و جنون مبتلا شدی
بی مہریت مُدام فزونی گرفتہ است
این از وفاء ماست کہ تو بی وفا شدی

راشد منیر

کل اک چہرہ دیکھا تھا
بالکل تیرے جیسا تھا
ان صحرا سی آنکھوں میں
میں نے دریا دیکھا تھا
اس کو پڑنا مشکل تھا
دریا جیسے گہرا تھا
خوشبو کہتی ہے وہ شخص
دروازے تک آیا تھا
ہاں میں نے چوری کی تھی
میرا بچہ بھوکا تھا

امین اوڈیرائی

طارِ اشک جو آنکھوں میں اُتارا جاتا
حُسن کا شہر تمناں پہ وارا جاتا
خواہشِ وصل شبِ تار گلے مل لیتیں
دل کی بستی سے ترا ہجر گزارا جاتا
اپناجو کچھ تھاغمِ یار کو سونپ آیا ہوں
جاں بچا لیتا مگر یار کا یارا جاتا
حُجرۂ ذات میں اک عمر تپیا کرکے
پال کر درد کو اک دشت سنوارا جاتا
اپنی پلکوں پہ تری یادسجای میں نے
بھول جاتا تو مرا ایک سہارا جاتا
چاہنے والے ترے در پہ چلے آ آمین
کاش! میرا بھی وہاں نام پکارا جاتا

عامرؔ یوسف لاہور

حرفِ دعا نہ پائیں مناجات کیا کہیں
ہو دل ہی جب اداس تو حالات کیا کہیں
فرزا نگاں طرازِ خرابات تو گنو
دیوانے تیرے شہر کے صدمات کیا کہیں
آشفتہ حال لوگوں کا کیا پوچھتے ہو تم
صحرا میں جل چکے ہیں جو برسات کیا کہیں
حفل فروز جلتے ہیں کچھ جانِ انجمن
لطف و کرم کے بعد ملاقات کیا کہیں
دستور کے شجر کئی سوکھے ہرے بھرے
عامل صنم کے کشف و کرامات کیا کہیں
ساقی شباب بزم میں ہم ہی نہ تھے کہیں
جام و سبو تمہاری مدارات کیا کہیں
اے خسروانِ عدل تری آستیں سے خوں
دامن پہ آ گرے تو کمالات کیا کہیں
منصف سپہ گرانِ کہن سب خدا وہی
ہم کو خدا کے ارض و سماوات کیا کہیں
کتنا ہے جبر تیرا سمندر ذرا بتا
ساحل پہ بکھری ریت کے ذرات کیا کہیں
طرزِ کہن طلسم کے جکڑے ہوئے یہ لوگ
پریوں کی تم سے حرف و حکایات کیا کہیں
حجرہ ہوس سے نکلے قبا داغ داغ جو
چہرہ لباس صاحب و سادات کیا کہیں
میرے وطن وہی ہے پیادوں کی کشمکش
عامرؔ محبتوں کی خرافات کیا کہیں

کیسی یہ عید ہے

اطہر حفیظ فراز

کہنے کو اپنی عید ہے، کیسی یہ عید ہے
لطف وکرم نہ دید ہے، کیسی یہ عید ہے
بچے، جوان، بوڑھے ہیں خوف و ہراس میں
اب ہر خوشی بعید ہے، کیسی یہ عید ہے
کچھ توغم فراق ہے، اس پر وباء کا غم
غم بھی ہے اور شدید ہے، کیسی یہ عید ہے
شہروں سے کوئی خیر کی آتی نہیں خبر
گاؤں کا دکھ مزید ہے، کیسی یہ عید ہے
کہتے ہیں یار یار سے اب دور سے ملے
بس فاصلہ مفید ہے، کیسی یہ عید ہے
آنا کسی ہجوم میں اور ماسک بھی نہ ہو
یہ موت کی رسید ہے، کیسی یہ عید ہے
اک بد بلا کے راج کا سارے جہان میں
حملہ بہت جدید ہے، کیسی یہ عید ہے
لب پر نہیں ہیں قہقہے، چہرہ بھی ہے بجھا
دل کا نگر شہید ہے، کیسی یہ عید ہے
اب تو فراز!! آخری سانسوں پہ آس ہے
اللہ سے ہی امید ہے، کیسی یہ عید ہے
مبارک ہو آج یہ گھڑی عید مبارک ہے

عید مبارک

منیر باجوہ

موقع ملے کہنے کا اگر عید مبارک
کہوں دل سے تجھے جانِ جگر عید مبارک
جس دن بھی میسر ہو ہمیں دید تمہاری
ہو جاتی ہے اُس روز نظر عید مبارک
ہے صبر کا پھل میٹھا بہت میٹھا
رمضان بھی لایا ہے ثمر عید مبارک
بَستے ہو میرے دل میں تبھی تو
کہتی ہے مجھے تیری نظر عید مبارک
اطاعت میں گزریں گر زیست کے لمحے
ہو جائے پھر شام و سحر عید مبارک
رمضان بھی آیا صد شکر خدایا
شکر ہے میرے مولا شکر عید مبارک
کہہ دیں وہ محبت سے اگر عید مبارک
ہو جائے منیر تیری بھی پھر عید مبارک
عید کارڈ تو دنیا کو جگانے کا بہانہ ہوتا.
بھولے ہوے لوگوں کو منانے کا ایک بہانہ ہوتا
گزرے ہوے لمحات کی یادیں ربوہ میں
گلے لگا کر عید کے دن خوشیوں کا سماں ہوتا
دنیا کا کوئی کونہ نہیں جہاں کرونا نہیں ہوتا
آ بھی جاتے ملنے مگر دیدار ادھورا ہوتا
اک چاند چہرے کو ملنے کی ہے آرزو ہمیں
گلاب کی پتیوں کی طرح کھلتے ہونٹ ملاقاتوں میں
خوبصورت دوست دل کے قریب ہمارے ہوتے
آنکھوں کی پلکوں سے پوچھیں تم سے دل جڑے ہوتے
اب نہ کوئی پھول کھلتا ہے نہ گلے ملنا ہوتا ہے
اے بشارت دور کر دے اب یہ کرونا بیماری
اس عید کو اب تو خوشیوں سے بھر دے

نامعلوم

کس قدر شدت جذبات میں کھو جاتا ہے
کتنی بے تاب نگاہوں کو سکوں ملتا ہے
کتنے بے کیف نظاروں پہ نکھار آتا ہے
عید کا چاند کہ بچھڑے ہوئے محبوبوں کے
پاؤں پڑ کے بھی شب وصل سجا دیتا ہے
عید کا چاند بہرحال ہے خوشیوں کا امیں
عید کا چاند کہ بچھڑوں کو ملا دیتا ہے

کس کومعلوم ہے پرخوشیوں کے ان لمحوں میں
کتنے چہروں سے اداسی کی لکیریں ہیں عیاں
کتنی بیوائیں فسردہ ہیں غم شوہر میں
کتنی مائیں ہیں شہیدوں کی یہاں نوحہ کناں
کتنے بے آسرا بچے ہیں جو ابو کے بغیر

عابدکمالوی

آج دکھ درد کی تصویر نظر آتے ہیں
عید کے چاند ذرا دیکھ بھی ان لوگوں کو
جو کہ ان لمحوں میں دلگیر نظر آتے ہیں
عید کے چاند یہ بتلا تو سہی عابد کو
کون بیوہ کی جوانی پہ ترس کھائے گا
کون فٹ پاتھ پہ سوئے ہوئے لوگوں کے لئے
مہر و اخلاص کا نذرانہ لیے آئے گا
آج افلاس کے مارے ہوئے یہ کہتے ہیں
عید شیشے کے مکانوں میں ضیاء کرتی ہے
عید ہم جیسے غریبوں کی تمناؤں کو
اہل دولت کے لئے وقف کیا کرتی ہے

عید۔ساجدہ انور

محبتوں کو محبت سے بانٹنے آئی
فضامیں چار طرف لطف کی گھٹا چھائی
کھلیں بہار کی صورت میں ہرطرف خوشیاں
مسرتوں کی، تبسم کی وہ گھڑی آئی
نگاہ دید کی حسرت لئے ترستی تھی
خدا نے قرب کی ساعت ہمیں بھی دکھلائی
ہے اتفاق میں برکت خلوص میں راحت
جو روٹھ بیٹھے تھے، بھائی سے مل گئے بھائی
وہ فصل فیض پہ چھائی ہوئی ہے ہریالی
سرورو کیف سے مخمور دل کی انگنائی
نہ امتیاز امیر و غریب ہے کوئی
یہ رب نے عرش سے سوغات سب کو بھجوائی
فقط حقیر سی، بے ربط سی لگاوٹ پر
ہمارے رب نے ہماری یہ عید منوائی
تمام عمر کے سجدوں سے حق ادا نہ ہوا
کرم نوازی، مگر رب نے ہم پہ فرمائی

فرزانہ فرحت لندن

اپنا جنون اپنی اذیت چھپا کے رکھ
اب خود سے بھی تو میری محبت چھپا کے رکھ
اس کی گلی سے نرم ہوا کی طرح گزر
اس کی گلی سے جو بھی ہے نسبت چھپا کے رکھ
ہے کون دھڑکنوں میں یہ تیری چھپا ہوا
کس کی ہے تیرے دل کو ضرورت چھپا کے رکھ
کس کے لئے کیا ہے سفر یہ نہ بھید کھول
خود راستوں سے اپنی مسافت چھپا کے رکھ
تیری جگہ یہ آئینے میں کس کا عکس ہے
خود آئینے سے اپنی یہ حیرت چھپا کے رکھ
کس کی محبتوں نے تجھے در بدر کیا
تو دشت سے بھی اپنی یہ وحشت چھپا کے رکھ
اس کو گلے لگا مگر اس کی طرف نہ دیکھ
اس کی نظر سے بھی تو یہ حیرت چھپا کے رکھ
معیار پر تُو جس کے نہ پورا اتر سکے
اے دوست اپنی اُس سے ندامت چھپا کے رکھ
حاسد بہت ہے دنیا تو اس کا خیال کر
اہل جہاں سے اپنی مسرت چھپا کے رکھ
اُس پر بھی بھید کھول نہ اپنی وفاؤں کا
خواہش ہے تیرے دل میں جو فرحت چھپا کے رکھ

ڈاکٹرشمشادشاد

تیرا دیدار کرے تجھ سے ملے عید کے دن
تیرا دیدار کرے تجھ سے ملے عید کے دن
اور کیا اس کے سوا کوئی کرے عید کے دن
جو جھتے رہتے ہیں ہر دم جو دکھوں سے تنہا
کوئی ان کی بھی تو روداد سنے عید کے دن
صبح سے اک یہی امید کہ آکر کوئی
ہم غریبوں کی بھی امداد کرے عید کے دن
باز آئیں گے نہ ہم دل کی کرینگے اب تو
کوئی جلتا ہے اگر ہم سے جلے عید کے دن
فردِ تنہا میں بھلا جشن مناتا کیسے
میرے اپنے ہی مرے ساتھ نہ تھے عید کے دن
وقت نے ہر گھڑی ،ہر گام ستایا مجھ کو
بڑھ کے کوئی تو مجھے اپنا کہے عید کے دن
شادؔ ہر اک کو میسر ہیں خوشی کی سوغات
میرے غم کی بھی ذرا شام ڈھلے عید کے دن

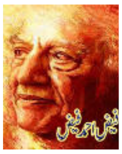

فیض احمد فیض

چلو اب ایسا کرتے ہیں ستارے بانٹ لیتے ہیں
ضرورت کے مطابق ہم سہارے بانٹ لیتے ہیں
محبت کرنے والوں کی تجارت بھی انوکھی ہے
منافع چھوڑ دیتے ہیں خسارے بانٹ لیتے ہیں
اگر ملنا نہیں ممکن تو لہروں پر قدم رکھ کر
ابھی دریائے الفت کے کنارے بانٹ لیتے ہیں
میری جھولی میں جتنے بھی وفا کے پھول ہیں ان کو
اکٹھے بیٹھ کر سارے کے سارے بانٹ لیتے ہیں
محبت کے علاوہ پاس اپنے کچھ نہیں ہے فیض
اسی دولت کو ہم قسمت کے مارے بانٹ لیتے ہیں

مولوی نامہ

سیّد ہاشم رضا ہاشم۔کراچی

آرام چین جب کبھی پاتا ہے مولوی
چکّر ہر ایک سمت چلاتا ہے مولوی
ہم کو تھپک تھپک کے سلاتا ہے مولوی
فتنہ قدم قدم پہ جگاتا ہے مولوی
نفرت پڑوسیوں میں بڑھاتا ہے مولوی
مسجد میں عابدوں کو لڑاتا ہے مولوی
پانی بھی اپنے گھر کا بچاتا ہے مولوی
غیروں کا مال ٹھاٹ سے کھاتا ہے مولوی
خود جانتا نہیں ہے وہ معنی بھی دین کے
اور ہم کو دینیات پڑھاتا ہے مولوی
دل میں صنم کدہ ہے زباں پر خدا کا نام
ابلیس کو بھی راہ دکھاتا ہے مولوی
جاتا ہے حج کے واسطے احرام باندھ کر
مالِ حرام ساتھ میں لاتا ہے مولوی
گُفتار وہ کہ برقِ تپاں دیکھتی رہے
شاداب گلستاں کو جلاتا ہے مولوی
پہلے وصول کرتا ہے قیمت ثواب کی
میّت کی تب نماز پڑھاتا ہے مولوی
شیطاں کے نام اپنے لکھاتا ہے سب گناہ
اُس کو پھنسا کے خود کو بچاتا ہے مولوی
نشے میں رازِ دِل نہ کہیں آشکار ہو
پیتا نہیں حرام کی کھاتا ہے مولوی
بھولُو بنا ہے الفت پروردگار میں
مجنوں کو عشق کرنا سکھاتا ہے مولوی
دیتا ہے درس جن کو نشیب وفراز کے
حُجرے میں اُن کو اپنے بُلاتا ہے مولوی
رکھتا ہے بیویوں کو تر خدمت کے واسطے
اور بوندیوں سے کام چلاتا ہے مولوی
دورِ جدید سے اُسے نفرت تو ہے مگر
ایجادِ نَو سے فیض اُٹھاتا ہے مولوی
اپنا علاج کرتا ہے مغرب کی گو د میں
مشرق زدوں کو زہر پلاتا ہے مولوی
اہلِ وفا کی پیٹھ میں خنجر اُتار کر
انسانیت کے خُوں سے نہاتا ہے مولوی
مسجد میں اپنے خوں سے جلاتے ہیں ہم چراغ
عیاشیوں کا جشن مناتا ہے مولوی
کرتا ہے عیش آپ تو چندے کے مال پر
فن مانگنے کا ہم کو سکھاتا ہے مولوی
رنگینی جہاں کا ہے پیکر بنا ہوا
جنت کی راہ ہم کو دکھاتا ہے مولوی
معنی بیان کرتا ہے آیات کے مگر
مفہوم اُن کا ہم سے چُھپاتا ہے مولوی
جنت کبھی دلاتا ہے بدلے میں ووٹ کے
اکثر حدیث گھڑ کے سناتا ہے مولوی
خوراک تو ہے مُرغِ مسلّم بُھنا ہوا
حلوے کے ساتھ شوق سے کھاتا ہے مولوی
محنت سے جی چراتا ہے نفرت ہے کام سے
اللہ کے نام مفت کی کھاتا ہے مولوی
پگڑی اُچھالنے سے بھی کرتا نہیں گُریز
آدابِ زندگی بھی سکھاتا ہے مولوی
پڑھتا نہیں قصیدہ فقط بادشاہ کا
جمہور کا بھی راگ سُناتا ہے مولوی
سجدوں کا ہے جبیں پہ نشاں دل مگر سیاہ
ڈرتا نہیں خُدا سے ڈراتا ہے مولوی
اکثر یہ اپنی منزلِ مقصود کے لیے
اپنے ہی کارواں کو لُٹاتا ہے مولوی
روشن چراغ کرتا ہے اندھوں کے سامنے
اہلِ نظر سے آنکھ چُراتا ہے مولوی
تسکین نفس کے لئے داڑھی کی آڑ میں
نقشِ قدم نبیؐ کے مٹاتا ہے مولوی
آتی ہے راس اس کو اندھیروں کی زندگی
مُنہ اپنا روشنی سے چُھپاتا ہے مولوی
کرتا ہے دیں فروخت فتاویٰ کی شکل میں
انسانیت کا مُنہ بھی چڑاتا ہے مولوی
واعظ کی شکل میں کبھی ناصح کے رُوپ میں
دیوار بن کے راہ میں آتا ہے مولوی
پُر امن وادیوں کو خطابت کے زور سے
میدانِ کارزار بناتا ہے مولوی
چلتاہے ساتھ اپنے مصیبت لئے ہوئے
ہنستے ہوؤں کو پَل میں رُلاتا ہے مولوی
مسلک میں اس کے کُفر ہے آپس کا اتحاد
اک دُوسرے کو کاٹنے آتا ہے مولوی
ٹکڑے کئے ہیں دیں کے بہتر خدا گواہ
مرکز پر ضرب روز لگاتا ہے مولوی
ٹھیکہ لیا ہے دین کی تبلیغ کا مگر
اِبلیسیّت کے کام کراتا ہے مولوی
دُشمن کو اس نے دوست بنایا نہ آج تک
اپنوں کو غیر روز بناتا ہے مولوی
چربی چڑھی ہے دیکھیے گردن پر تہہ بہ تہہ
ملّت کے غم میں پُھولتا جاتا ہے مولوی
دُنیا سے جُرم اپنے چھپانے کے واسطے
سُورج کے مُنہ پہ دُھول اُڑاتا ہے مولوی
بارہ وفات ہوکہ محرّم کا چاند ہو
سیزن میں دام اپنے بڑھاتا ہے مولوی
دامن پہ دوسروں کے لہُو کرتا ہے تلاش
خُوں آستیں کا اپنی چُھپاتا ہے مولوی
ابلیس پار سا نظر آتا ہے دہر میں

چہرہ جب اپنا اصل دکھاتا ہے مولوی
ہاشم خدا گواہ بساطِ حیات پر
دستِ اجل کی شکل میں آتا ہے مولوی

خراجِ تحسین

عبیداللہ علیم۔م م محمود

حرف کو سطوت ہے دی تو نے عبید اللہ علیم
جاوداں سب لفظ ہیں تیرے عبیداللہ علیم
آج تک ہیں چاند چہرے اورستارہ آنکھیں سب
منتظر اور تک رہے راہِ عبید اللہ علیم
اب کہاں تجھ سا کوئی ویراں سرائے کا دیا
بزم بھی پُر نور تھی تجھ سے عبیداللہ علیم
فخر تو بھوپال کا ،اہلِ کراچی آ ج بھی
نغمہ سنج ہیں کہہ رہے ،ہائے عبیداللہ علیم
بولتا تیرا لکھا ہے ،آج بھی وہ امر ہے
شہر سارے جل رہے میرے ،عبیداللہ علیم!
گرچہ غالب ،میر کے ہم معتقد ہیں ،پر عجب
وہ سخن جو تو نے تھے بخشے عبیداللہ علیم

عامر یوسف لاہور

اب بھی اک دستِ جنوں چاکِ گریباں تو ہے
تیرے اس شہر میں یوں جینے کا ارماں تو ہے
سانس لینے کی سکت ہم میں ابھی باقی ہے
کچھ لٹانے کے لیے اب بھی مری جاں تو ہے
کب بچھڑ کر یوں جیا کرتے ہیں ہارے ہوئے لوگ
دیکھنا ہم میں کوئی دوسرا انساں تو ہے
ہجر کے لمحوں سے شعلوں کو صدا ہے شاید
وصل سے دور سہی دل میں ترا دھیاں تو ہے
اب سرِ دار درخشاں ہیں جگر کے سب داغ
اے چراغِ سحری صبح کا امکاں تو ہے
یوں قدم میرے بہک جاتے ہیں تیری جانب
جیسے اب بھی یہی رستہ مجھے آساں تو ہے
وحشتِ جاں کے بھی با وصف یہی ہے عامرؔ
چاک کرنے کو مرا اپنا گریباں تو ہے

ڈاکٹر مقصود جعفری

(فلسطینیوں پر اسرائیل کے مظالم کے پس منظر میں)

کیسے کہوں میں دل سے کہ محوِ فغاں نہ ہو
یہ زندگی ہی باعثِ آزارِ جاں نہ ہو
اب میکدے میں مے کی جگہ ہے کشید خوں
میرا لہو ہی اب یہ مئے ارغواں نہ ہو
کیوں زیرِ پا زمین نگلنے لگی ہمیں
سازش میں اب شریک کہیں آسماں نہ ہو
فریاد میری کوئی بھی سنتا نہیں یہاں
اے کاش مثلِ سنگ کوئی بے زباں نہ ہو
گردن پہ میری تیغ عدو نے کیا ہے وار
اشکوں میں میرے موج خونِ رواں نہ ہو
صحرا خشک طالبِ باراں تو ہے مگر
بارانِ خوں چکیدہ میں برقِ تپاں نہ ہو
مُردہ ضمیر لوگوں کو کیوں کر پکاریں ہم
اب پھر صدا بہ صحرا ہماری صدا نہ ہو
اب نسلِ نو کے واسطے لب پر ہے یہ دعا
میرا جہاں جو آج ہے اِن کا جہاں نہ ہو
کیسے یقین جعفری احباب پر کریں
یہ دوستوں کی صف بھی صفِ دشمناں نہ ہو

یوسف ندیم پونے

کیوں داغدار کرتا ہے تو پیرہن مرا
پانی اتارتا ہے سر انجمن مرا
سچ بولنے کا تجھ کو ہے معلوم فن مرا
چبھتا ہے اس لیے ہی تجھے ہر سخن مرا
پیدا یہیں ہوا تھا مروں گا بھی میں یہاں
ہندوستاں ہے اول و آخر وطن مرا
کر ہی لیا ہے جرم انہوں نے یہ آخرش
جلووں نے اس کے ہوش کیا ہے غبن مرا
قسمت کا فیصلہ ہے کہ سازش ہے وقت کی
ڈوبا خزاں میں رہتا ہے دل کا چمن مرا
حالات دیکھ وقت کے یہ سوچتا ہوں میں
لائے گا کیا مروں گا تو بیٹا کفن مرا
فرہاد ہوں تراشوں گا میں کوہ بایقیں
چومے گا آ کے تیشہ کوئی کوہکن مرا
سب لوگ دیکھتے ہیں مری بے قراریاں
ساون میں باؤلا ہوا جاتا ہے من مرا
سوتا ہوں کر کے یاد یہی بات روز میں
مٹی میں ملنے والا ہے اک دن بدن مرا
مجھ پر ندیم کھلتے ہیں اسرار ہر جگہ
آوارہ مجھ کو رکھتا ہے دیوانہ پن مرا

نعتِ بدرالدجیٰ

یوسف ندیم

ہمارے ہاتھ میں اب دیکھیے وحدت کا پیالا ہے
رسالت کی ہے مے جس میں جو پاکیزہ ہے اعلیٰ ہے
ہدایت کے فلک پر ہیں منور اک قمر سرور
صحابہ کی جماعت جس کی شیدا اور ہالہ ہے
یہاں ویدوں میں گیتا میں ہے ذکرِ رحمتِ عالم
حقیقت یہ کہ انجیلِ مسیحا میں حوالہ ہے
خدا نے بھی علی الاعلان قرآں میں یہ فرمایا
کہ مخلوقات میں خُلقِ محمد سب سے اعلیٰ ہے
پناہِ مصطفیٰ میں آ کے لے لے جاوداں دنیا

یہ دنیا تو فقط مکڑی کا اک کمزور جالا ہے
بنایا اس زمیں پر دستِ ابراہیم نے جس کو
یہ کعبہ مرکزِ وحدت جہاں میں پہلا پہلا ہے
بہت ہی مضطرب تھا مجھ کو تسکیں تھی نہیں حاصل
مرا طیبہ میں آ کر ہی تڑپتا دل یہ بہلا ہے
ہوئی ہیں چودہ صدیاں آج بھی ہے کپکپی اس پر
جہانِ کفر ایساحق کے جو نعروں سے دہلا ہے
ملا اعزاز یہ ان کو فقط ایثار سے اپنے
صحابہ میں جو رتبہ بکر کا سب سے ہی اولیٰ ہے
خدا کو ہیں بہت محبوب میرے سرورِ عالم
خدائے پاک نے ان کو بہت نازوں سے پالا ہے
بہالے اشک عشقِ مصطفیٰ میں اور تو دھو لے
ندیم ایمان کا دامن ترا گر اب بھی میلا ہے

نامعلوم

یہ بہار جلوہ گل یہ نوائے شور بلبل
ترے حسن کا سراپا مرے عشق کا قصیدہ
ہوا کے رخ پہ ذرا رکھ کے آزما تو سہی
مری طرح کبھی شمع وفا جلا تو سہی
الم کی دھوپ میں احباب کام آیا نہیں کرتے
یہ وہ اڑتے ہوئے بادل ہیں جو سایہ نہیں کرتے
کل تک تو تم فدا تھے مبارک کے نام پر
حیرت ہے آج اتنا بڑا ہوگیا وہ شخص
چمن پرست ہوں مجھ کو چمن سے الفت ہے
بلا سے اس میں بہار آئے یا خزاں گزرے
ترتیب دے رہا ہوں رودادِ زندگانی
کچھ اپنی بات لے کر کچھ ان کی بات لے کر
اب سوچتا ہوں عمرِ دو روزہ سے کیا ملا
دنیا کو کیا دیا مجھے دنیا سے کیا ملا
خود اپنی شکل اپنی نظر میں تھی اجنبی
پہلے پہل جو آئینہ دیکھا تو ڈر گیا

کہاں ہیں جذبہ اخلاص کامل دیکھنے والے
وہ پہلے اپنا دل دیکھیں مرا دل دیکھنے والے

نامعلوم

دیوانۂ ادب ہیں لیلائے شاعری ہیں
دُبلے نحیف جیسے خود قیس عامری ہیں
نقاد کیا سراپا نقد و نظر سمجھئے
استاد کیا انھیں تو استاد گر سمجھئے
ناقد ادیب شاعر کیا کیا بتاؤں کیا ہیں
مغرب کے فکر وفن کے اردو میں ترجمہ ہیں

نامعلوم

وہ جثہ منحنی لمبوترا چپٹا سا سر جن کا
عجیب الخلقت و مضحک سراپا مختصر جن کا
وہ مقصد زرپرستی ہو ادب خاک معیاری
کہ چھپنا اس کے پرچے میں ہے مشروط خریداری
مروت سے ہے عاری کسبِ زر سے کام رکھتا ہے
یہ وہ ہے جو رزالت کا شرافت نام رکھتا ہے
ادیبوں شاعروں کو یہ کبھی اجرت نہیں دیتا
فقط وعدے پہ ٹرخاتا ہے یہ قیمت نہیں دیتا

نامعلوم

سنو! دل تیرا دھڑکا دوں کیا
تل پہ ہاتھ لگا لوں کیا
گر تم دو مجھ کو اجازت
گال تمہارے مہکا دوں کیا
کنگھن تمیں پہنا دو ں کیا
سنیئے! کنگھن ونگھن کیا کرنا ہے
مجھے تو تیرے سنگ رہنا ہے
تل پہ ہاتھ کی بات کو چھوڑو
مجھے تو تیرے سنگ مرنا ہے
سارا جیون سنگ چلنا ہے
سنو! چاند تمہارا کیا لگتا ہے
کچھ کچھ تم سا وہ دکھتا ہے
جیسے تم بن میں ہوں ادھورا
کیا وہ بھی تم بن جلتا ہے
مجھ سی ٹھنڈی آہیں بھرتا ہے
سنیئے! آپ کو چاند میں عکس دکھتا ہے
اور مجھ کو سجن چاند لگتا ہے
اسکی تو وہ ہی جانے
میرا دل تجھ پہ مرتا ہے
تو میرے جیون کا گہنا ہے
سنو! دم جب میرا تم بھرتی ہو
تو نخرے اتنے کیوں کرتی ہو
ایسا بھی اب کیا شرمانا
گلے لگنے سے کیوں ڈرتی ہو

،۲،

کہہ دو نہ مجھ پہ مرتی ہو
سنیئے! ایسی باتیں مت کیجیے نا
شرارت کے بیج مت بیجیے نہ
اللہ آنکھوں سے کھاجائیں گے
کیا شرم بھی تھوڑی کیجیے نا
پانی تھوڑا پیجیے نا

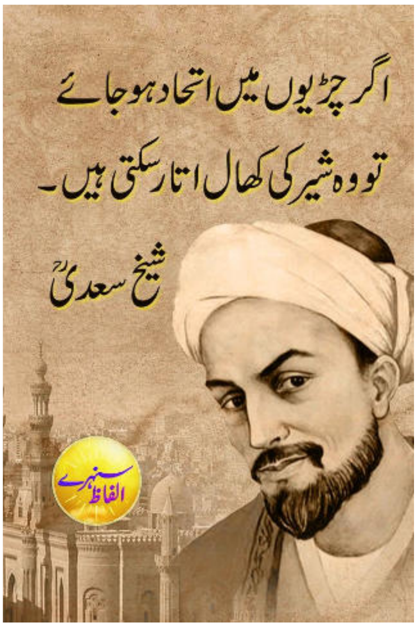

آفتاب شاہ

ہجر میں مرتے ہیں نہ وصالوں سے مریں گے
ہم جیسے خطا کار بہانوں سے مریں گے
عشق میں مرتے ہیں نہ وچھوڑوں سے مریں گے
ہم جیسے جہاں والے رواجوں سے مریں گے
علم سے مرتے ہیں نہ جوابوں سے مریں گے
ہم جیسے کئی لوگ سوالوں سے مریں گے
اینٹ سے مرتے ہیں نہ مکانوں سے مریں گے
ہم جیسے کچھ لوگ نوالوں سے مریں گے
چاہت سے مرتے ہیں نہ چالوں سے مریں گے
ہم جیسے جہاں دیدہ خیالوں سے مریں گے
تیر سے مرتے ہیں نا تلواروں سے مریں گے
ہم جیسے تو مُلا کی زبانوں سے مریں گے
جو کتابِ عشق کا باب تھا وہ جلا دیا تو بھلا دیا
وہ جو سات رنگا گلاب تھا وہ ہٹا دیا تو بھلا دیا
مجھے یاد تھا جو کتاب سا جو زبر سے زیر کا پیش تھا
جو سیاق سے تھا سباق تک وہ مٹا دیا تو بھلا دیا
جسے پڑھتے پڑھتے الجھ گئی مری زندگی بھی حساب سی
جو سوال سے تھا جواب تک وہ بتا دیا تو بھلا دیا
جو چھپا تھا میرے وجود میں مرے ہاتھ میں مرے ساتھ میں
جو عروج سے تھا زوال تک جو گھٹا دیا تو بھلا دیا
جو دیا تھا میرے خیال کا جو تھا چاند میرے سرور کا
وہ جو روشنی کا دیا سا تھا جو بجھا دیا تو بھلا دیا
جو نوائے دل کا مقام تھا جو صدائے دل سے تھا آشنا
جو خطا بھی تھا جو عطا بھی تھا وہ سلا دیا تو بھلا دیا
جسے مان تھا کہ مرا ہے وہ جو یہ کہتا تھا کہ ترا ہوں میں
جو غرور سے تھا بھرا ہوا وہ گنوا دیا تو بھلا دیا
وہ جو اجنبی سی منڈیر پر مجھے ملنے آتا تھا دور سے
جو یقین سے تھا بھرا ہوا وہ رلا دیا تو بھلا دیا
جو مثال تھا کسی حور کی جو کمالِ خال میں روپ تھا
جو کمال سے تھا جمال تک وہ جلا دیا تو بھلا دیا

انسان رہیں۔خیالی ہیرو نہ بنیں

خادم علم وادب علیان قادری ترابی

چھ بجنے والے تھے مین روڈ پر ٹریفک لحہ بہ لحہ بڑھ رہا تھا ہر شخص اپنے کام، آفس اور دوکان سے گھر جلدی پہنچنے کی کوشش میں تھا روڈ پر رواں دواں میں جیسے ہی مین چوراہے پر پہنچا، ٹریفک کی بتی لال ہوگئی اور سارا ٹریفک رک گیا اشارہ کھلنے کے انتظار میں ہر شخص کی نظریں ٹریفک سگنلز پر تھیں خالی روڈ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک جوان گاڑیوں کے سامنے آیا، جس کی حالت بری تھی اس نے ایک خستہ حال شرٹ اور پینٹ پہنی ہوئی تھی بال الجھے ہوئے، پاؤں لڑکھڑا رہے تھے اور شکل وصورت سے نشے کا عادی لگ رہا تھا تھوڑی دیر کے لیے تو سب کو اس کی حالت پر رحم آیا لیکن پھر اس نے ایک عجیب کام کیا اس کے ہاتھ میں ڈسپوزیبل گلاس تھا، جس میں اس نے اسٹرا ڈالی اور کچھ پینے لگا اس دوران اس نے اپنا ایک ہاتھ کمر پر رکھا اور ایک ٹانگ ایسے گمانے لگا گویا وہ اس علاقے کا چوہدری ہو وہ بڑے ہی ترنگ میں رکی ہوئی ٹریفک کو دیکھ رہا تھا اور سر ہلا ہلا کر گویا ہمیں احساس دلا رہا تھا کہ دیکھو! کیسے میں نے سارا ٹریفک روکا ہوا ہے، مجال ہے کہ تم لوگ ہلو بھی اتنے میں ٹریفک کی لائیٹ گرین ہوگئی اور پھر ٹریفک کا اژدھام ایک دم سے دوڑنے لگا سب کو جلدی تھی، اس کا لحاظ کس نے کرنا تھا چنانچہ وہ جس کار کے سامنے کھڑا تھا، ڈرائیور نے بڑی بے پرواہی کے ساتھ اس کی طرف گاڑی بڑھائی جوان جو ایک لمحے قبل خود کو ایک پاورفل شخصیت محسوس کرا کر بڑا ہی خوش تھا، مگر اب اس کی یہ خوش فہمی چکنا چور ہوگئی تھی وہ جان بچانے کے لیے جلدی سے بائیں طرف ہوا وہاں ایک بائیک والا آرہا تھا، اس سے بچتے ہوئے وہ مزید بائیں جانب ہوا لیکن بدقسمتی سے وہاں ایک رکشے والا بڑی تیزی سے ہارن بجاتا ہوا آرہا تھا، جوان جلدی سے فٹ پاتھ پر چڑھا لیکن اتنے میں اس کی ہمت جواب دے گئی تھی وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور دھڑام سے قریبی نالے میں گر گیا۔اشارہ کراس کرتے ہوئے لوگوں کے لیے یہ ایک عام سا واقعہ تھا لیکن مجھے اس نے کئی سارے سبق دیے۔

1۔ہم میں ہر شخص کسی نہ کسی قاعدے اور قانون کے تحت زندگی گزارتا ہے ایک قانون فطرت ہے جو پوری دنیا کے لیے یکساں ہے اور کبھی تبدیل نہیں ہوتا ایسے ہی ہر ملک، شہر اور ادارے کے بھی اپنے اپنے اصول وضوابط

ہوتے ہیں، حتیٰ کہ انسان اپنے گھر میں بھی کچھ اصولوں کے مطابق زندگی گزارتا ہے ہر وہ اصول جس کا تعلق اجتماعی فائدے سے ہو، اس کو توڑا نہیں جاسکتا چاہے وہ قانونِ فطرت ہو یا قانونِ ریاست ہر وہ انسان جو اصول و ضوابط کے خلاف جاتا ہے وہ ہمیشہ منہ کے بل گرتا ہے اس لیے کبھی بھی ایسا کام نہیں کرنا چاہیے جو فطری، مذہبی، معاشرتی یا ریاستی قانون کے خلاف ہو۔

2۔ ہر انسان کو اللہ نے ایک محدود اختیار دیا ہے کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہے جو اپنے خوابوں کے مطابق دنیا کو تبدیل کر لے یا وہ یہ کہے کہ میں جس طرح چاہتا ہوں، سارا زمانہ اور لوگ اس طرح بن جائیں جب انسان کے پاس ایسی کوئی طاقت نہیں ہے تو پھر حقیقت کو حقیقت ہی تسلیم کرنا چاہیے نہ کہ خیالات کی دنیا میں جا کر خود کو ہیرو سمجھ لیا جائے یہاں بھی اس جوان نے حقیقت کو نظر انداز کیا اور خیالات کی دنیا میں جا کر خود کو کوئی اور ہی چیز سمجھنے لگا، لیکن اس کی یہ خوش فہمی زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکی اور وہ منہ کے بل گرا یہ دنیا دارالاسباب ہے جو بھی حقیقت کی آنکھ بند کر کے چلے گا، اس کو ضرور ٹھوکر لگے گی۔

3۔ اپنے اوپر ہمیشہ محنت کرنی چاہیے جو بھی انسان محنت کر کے خود کو قیمتی بناتا ہے تو پھر وہ معاشرے میں اہمیت بھی حاصل کر لیتا ہے لیکن جس انسان کے پاس کوئی قابلیت نہ ہو تو پھر اس کی اہمیت بھی نہیں ہوتی اور پھر حالات کا بہاؤ اس کو اپنے ساتھ بہا لے جاتا ہے۔

4۔ ہر انسان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی زندگی کو ایک نیا رُخ دے وہ اپنے لیے ایک نیا راستہ بنائے، لیکن یہ بات یاد رہے کہ آپ کا بنایا ہوا راستہ کسی اور کے راستے سے نہ ٹکرا رہا ہو، کیونکہ ٹکر کی صورت میں اگر آپ کا مدمقابل زیادہ قوی ہوا تو وہ آپ کو روند ڈالے گا اور آپ کو منزل پر پہنچنا تو دور کی بات، راستے پر چلنا بھی نصیب نہیں ہوگا۔

5۔ عقل مند کہتے ہیں کہ اس خوبی کا اعلان کبھی مت کرو جو آپ میں نہیں ہے، ورنہ شرمندہ ہونا پڑے گا جو بھی انسان اپنے کام سے زیادہ اپنا نام پھیلاتا ہے، وہ خسارے میں ہوتا ہے، کیونکہ جس قدر انسان کی شہرت ہوتی ہے دنیا والے اس سے زیادہ توقعات لگا بیٹھتے ہیں اور پھر جب عملی طور پر کرنے کا وقت آتا ہے تو پھر اس انسان کے پاس وہ قابلیت ہوتی نہیں، اس لیے سوائے شرمندگی کے اس کے پاس کچھ نہیں بچتا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے کہ ”تجربہ انسان کو غلط فیصلے سے بچاتا ہے مگر تجربہ غلط فیصلے سے ہی حاصل ہوتا ہے۔“

انسانی زندگی کوئی سیدھی شاہراہ نہیں کہ جس پر آرام سے سفر کیا جائے، بلکہ یہ پیچ در پیچ اور رکاوٹوں سے بھرپور راستہ ہے عقل مند انسان اس راستے پر چلتے ہوئے بہت سوچ سمجھ کر قدم رکھتا ہے اس کے سامنے اگر کوئی رکاوٹ آتی ہے تو وہ اس سے سر نہیں ٹکراتا بلکہ اپنا راستہ بدل لیتا ہے اگر کہیں اس کے قدم ڈگمگا جائیں تو وہ اس کو محض سفر کا حصہ نہیں سمجھتا بلکہ اس تجربے سے سیکھتا ہے اور آئندہ اس طرح کی غلطیوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے زندگی کے تلخ تجربات اس کو دانائی عطا کرتے ہیں اور اسی حکمت و بصیرت کے ساتھ سفر طے کرتے ہوئے بالآخر وہ اپنی منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے۔

خداوند عالم ہمیں ہماری زندگی کی حقیقت سے آشنا ہونے میں ہمارا مددگار رہو۔ علم و ادب فکر و جستجو کی روشنی سے آشنا کرنے کے مشن میں کوشاں۔

آفتاب شاہ

اس عید پہ میری جانِ جاں میں گلے سے تجھ کو لگاؤں گا
ترا ماتھا چوم کے جاں میری تھوڑی مہندی بھی لگاؤں گا
اس عید پہ میری جانِ جاں جوڑا سرخ تجھے بھجواؤں گا
اس عید پہ میری جانِ جاں تیری ڈولی میں تو اُٹھاؤں گا
میں بنوں گا مجنوں پیار میں تمہیں ملنے میں چلا آؤں گا
اس عید پہ میری جانِ جاں میں تو صدقے واری بھی جاؤں گا
ترے ہاتھوں کو جو بھی دیکھے گا وہ کہے گا کس نے بھیجی ہیں
اس عید پہ میری جانِ جاں ایسی چوڑیاں میں پہناؤں گا
ترے گہنے دیکھ کے جان جی تیری سکھیاں جلتی جائیں گی
اس عید پہ میری جانِ جاں تجھے ہاتھوں سے میں سجاؤں گا
تُو لگانا مہندی ہاتھ پہ میرے پیار کی میری جانِ جاں
میں بھی جوڑا پہن کے پیار کا تمہیں نغمہ کوئی سناؤں گا
نہ ستاؤں گا نہ جلاؤں گا نہ ہی تجھ کو میں تو رلاؤں گا
اس عید پہ میری جانِ جاں میں تو صرف تجھے ہی ہنساؤں گا
تو میرا ہے میرا رہے گا بس یہ بات جہاں کو بتاؤں گا
اس عید پہ میری جانِ جاں یہ بتا کے عید مناؤں گا

(”کیا بتاؤں تم سے لڑکے“ سے انتخاب)

اینجلا مرکل

مجھے کبھی ملازم کی ضرورت ہی نہیں پڑی‘ ہم دو میاں بیوی ہیں‘ فلیٹ چھوٹا ہے‘ مل کر کام کر لیتے ہیں‘ کھانا میں خود بنا لیتی ہوں‘ میرا خاوند رات کو مشین میں کپڑے ڈال دیتا ہے‘ میں صبح انھیں استری کر لیتی ہوں‘ صفائی ہم دونوں مل کر لیتے ہیں چنانچہ ہمیں کبھی ملازم رکھنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی‘‘۔ یہ الفاظ 15 برس تک دنیا کی چوتھی بڑی معیشت کی سربراہ رہنے والی خاتون کے ہیں‘ جی ہاں یہ اینجلا مرکل ہیں‘ یہ 2005 سے 2021 تک جرمنی کی مسلسل چانسلر آ رہی ہیں‘ یہ 9 سال سے فوربز میگزین کی موسٹ پاورفل لیڈی‘ پورے یورپ اور فری ورلڈ کی لیڈر بھی ہیں‘ اینجلا مرکل 1954 میں ہیمبرگ میں پیدا ہوئیں‘ والدین کے ساتھ مشرقی جرمنی گئیں‘ 1986 میں کوانٹم کیمسٹری میں پی ایچ ڈی کی اور ریسرچ سائنس دان کے طور پر کام شروع کر دیا‘ مشرقی جرمنی میں 1989 میں سیاسی بیداری کا عمل شروع ہوا تو یہ سیاست میں آئیں اور پھر پیچھے مڑ کر نہ دیکھا‘ مختلف حیثیتوں میں کام کرتی رہیں‘ 2002 میں اپوزیشن لیڈر بنیں‘ گرہارڈ شنوڈر کو ہرا کر 2005 میں جرمنی کی پہلی خاتون چانسلر بن گئیں۔ یہ کمال تھا لیکن یہ اتنا بڑا کمال نہیں تھا‘ کمال اس خاتون نے اس کے بعد کیے اور پھر ان کی لائن لگا دی‘ جرمنی دنیا کی چوتھی بڑی معیشت بن گیا‘ ملک میں امن‘ سکون اور استحکام آیا اور جرمنی کا معاشی سکہ پوری دنیا میں چلنے لگا‘ یہ مسلسل 15 سال چانسلر رہیں‘ یہ مزید بھی رہ سکتی تھیں لیکن انہوں نے 2018 میں اعلان کر دیا‘‘ میں 2021 کے الیکشن میں حصہ نہیں لوں گی‘ میں سیاست سے ریٹائر ہو رہی ہوں‘‘ یہ اعلان عجیب تھا‘ کیوں؟ کیوں کہ یہ دنیا‘ یورپ اور جرمنی کی مشہور ترین سیاست دان ہیں‘ لوگ ان سے حقیقتاً محبت کرتے ہیں لہٰذا یہ اگر چاہیں تو یہ مزید دس پندرہ سال اس عہدے پر رہ سکتی ہیں لیکن انھوں نے خود ہی اپنا عہدہ چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا‘ یہ یقیناً کمال ہے لیکن ان کا اصل کمال ان کا سادہ لائف اسٹائل ہے۔ اینجلا مرکل نے 18 سال پہلے برلن میں ایک فلیٹ خریدا تھا‘ یہ درمیانے سائز کا مڈل کلاس فلیٹ ہے‘ یہ 18 سال سے اپنے خاوند جوکم سیور (Joachim Sauer) کے ساتھ اسی فلیٹ میں رہائش پذیر ہے‘ خاوند یونیورسٹی میں کیمسٹری کا پروفیسر ہے‘ یہ کبھی لائم لائٹ میں نہیں آیا‘ روز بس پر یونیورسٹی جاتا ہے اور اسے اگر بیرون ملک سفر کرنا پڑے تو یہ سستی ایئر لائینز پر اکانومی کلاس میں ٹریول کرتا ہے‘ یہ دونوں میاں بیوی 23 سال سے اکٹھا ناشتہ کرتے ہیں‘ ناشتہ سادہ ہوتا ہے اور یہ دونوں مل کر بناتے ہیں۔ برتن بھی دونوں دھوتے ہیں اور اس کے بعد اینجلا مرکل چانسلر کی گاڑی میں آفس چلی جاتی ہیں جب کہ خاوند بس یا پھر چھوٹی ذاتی گاڑی میں یونیورسٹی روانہ ہو جاتا ہے‘ اینجلا مرکل نے 20 سال سے نئے قیمتی کپڑے نہیں خریدے‘ وارڈروب میں تیس پرانی جیکٹس‘ کوٹس اور لانگ کوٹس ہیں‘ اس کے پاس ٹراوزر بھی صرف سفید رنگ کے ہیں اور یہ دنیا کو 18 سال سے انہی وائٹ ٹراوزرز میں نظر آ رہی ہے‘ اس کے کوٹ اور جیکٹس بھی تبدیل نہیں ہوئیں‘ اس کے پاس صرف ایک نیکلس ہے‘ دنیا نے آج تک اس کے گلے میں صرف یہی نیکلس دیکھا‘ ہیئر اسٹائل بھی ایک ہی رہا‘ یہ کبھی بال بنوانے کے لیے بھی سیلون نہیں گئی۔ صرف تین شوق ہیں‘ ہائیکنگ‘ فٹ بال کے میچ اور کھانا بنانا‘ اینجلا پروفیشنل شیف ہے‘ اینجلا مرکل نے اقتدار کے 15 برسوں میں روزانہ 20 گھنٹے کام کیا‘ یہ صرف چار گھنٹے سوتی ہے تاہم اس کا کہنا ہے میں مزاج کے لحاظ سے اونٹ ہوں‘ میں اپنی نیند اسٹور کر لیتی ہوں‘ چھٹی کا دن آتا ہے تو میں لمبی نیند لے لیتی ہوں جب کہ عام دنوں میں میری نیند صرف چار گھنٹے ہوتی ہے‘ یہ اپنے اسٹاف کو ہر وقت دستیاب رہتی ہیں‘ اسے سحری کے وقت بھی فون کیا جاتا تھا تو یہ فون خود اٹھاتی تھی اور اس کی آواز میں کسی قسم کی تھکاوٹ نہیں ہوتی تھی۔ لوگ اس کے یکساں ہیئر اسٹائل‘ ایک جیسے کپڑے اور ایک نیکلس کا مذاق اڑاتے ہیں تو یہ ہنس کر جواب دیتی ہے ’’میں جرمنی کی چانسلر ہوں‘ فیشن گرل نہیں‘‘ یہ 2008 میں ناروے میں فیشن شو میں مدعو تھی‘ یہ ناروے کے وزیراعظم کے ساتھ شو میں گئی لیکن پورے ہال میں سب سے سستے کپڑے اس نے پہن رکھے تھے‘ اس کے سوٹ کی مالیت صرف پانچ یورو تھی اور وہ بھی چار سال پرانا تھا جب کہ ویٹرز تک کے ڈریس مہنگے اور ماڈرن تھے مگر اس سستے سوٹ کے باوجود پورے ہال میں آئرن لیڈی صرف ایک ہی تھی اور اس کا نام تھا اینجلا مرکل۔ یہ کپڑوں پر گفتگو کرتے ہوئے ہمیشہ کہتی ہے ’’مرد عورتوں کو صرف اور صرف فیشن سمبل سمجھتے ہیں۔ یہ اگر خود چھ چھ ماہ ایک ہی شرٹ‘ پتلون اور کوٹ پہنتے رہیں انھیں کوئی پرواہ نہیں ہوتی لیکن یہ خواتین کو ہمیشہ نئے اور مہنگے کپڑوں میں دیکھنا چاہتے ہیں‘‘ اس کا کہنا ہے ’’ہم

اپنے گندے کپڑے رات کو مشین میں ڈالتے ہیں کیوں کہ رات کے وقت بجلی بھی زیادہ ہوتی ہے اور سستی بھی تاہم مجھے ہر وقت یہ خوف رہتا ہے مشین کی وجہ سے ہمارے ہمسایوں کی نیند خراب نہ ہوتی ہو لہٰذا میں ایک دن ان کے پاس گئی اور ان سے رات کے وقت مشین چلانے کی باقاعدہ اجازت لی'' اینجلا مرکل کو کتوں سے بہت ڈر لگتا ہے۔ روس کے صدر پیوٹن ایک میٹنگ میں انھیں ڈرانے کے لیے اپنا لیبراڈر ساتھ لے آئے' اینجلا مرکل نے اس واقعے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ''پیوٹن مجھے یہ بتانا چاہتے تھے وہ مرد ہیں اور میں عورت'' یہ خیال درست ہو سکتا ہے لیکن یہ حقیقت ہے دنیا بھر کے تمام مرد مل کر بھی اس عورت کو کم زور ثابت نہیں کر سکتے' کیوں؟ کیوں کہ یہ وہ عورت ہے جس نے ثابت کر دیا عورتیں لوہا بھی ہو سکتی ہیں اور دنیا کی بہترین حکمران بھی۔

مجھے 2009 میں اینجلا مرکل کو دیکھنے اور ملنے کا اتفاق ہوا' یوسف رضا گیلانی جرمنی کے دورے پر گئے تھے' میں ان کے وفد میں شامل تھا' اینجلا مرکل نے اس وقت یوسف رضا گیلانی سے کہا تھا ''جب تک کسی ملک کی پارلیمنٹ مضبوط نہیں ہوتی اس وقت تک اس کے حکمران مضبوط نہیں ہوتے' میں روز اپنے دفتر کی کھڑکی سے جرمن پارلیمنٹ کو دیکھتی ہوں اور اپنے آپ سے کہتی ہوں اینجلا تمہیں اس عمارت نے آئرن لیڈی بنایا' یہ جب تک مضبوطی سے کھڑی ہے تم بھی کھڑی ہو۔ جس دن یہ کمزور ہو جائے گی تم بھی اس دن آئرن لیڈی نہیں رہو گی'' اینجلا مرکل نے یوسف رضا گیلانی کو مشورہ دیا تھا ''آپ اگر مضبوط ہونا چاہتے ہیں تو آپ اپنی پارلیمنٹ کو مضبوط کریں' آپ کو دنیا کی کوئی طاقت دبا نہیں سکے گی'' ہمیں یہ بات یوسف رضا گیلانی نے واپسی کے سفر کے دوران بتائی تھی' اینجلا مرکل ستمبر 2021 میں ریٹائر ہو جائے گی' ریٹائرمنٹ کے وقت اس کے کل اثاثے ساڑھے گیارہ ملین یورو ہیں اور یہ اس رقم میں برلن میں ڈھنگ کا کوئی مکان تک نہیں خرید سکتی لیکن یہ اس کے باوجود مطمئن ہے' کیوں؟ کیوں کہ یہ سمجھتی ہے یہ رقم دونوں میاں بیوی کیلئے کافی ہے۔ میں نے جب یہ حقائق پڑھنا اور کھوجنا شروع کیے تو میں نے اپنے آپ سے سوال کیا' یہ کون لوگ ہیں اور کیا یہ لوگ دوزخ میں چلے جائیں گے اور ہم ہوس کے پجاری اپنے ہی لوگوں کا خون چوسنے کے باوجود جنتی ہوں گے؟ میں نے یہ بھی سوچا' رسولؐ ہمارے سادہ تھے اور اللہ نے ایمان داری' اخلاص اور ان تھک محنت کا حکم ہمیں دیا تھا لیکن محنتی یہ لوگ نکلے' اخلاص کے پیکر بھی یہ ہیں' ایمان دار بھی یہ اتنے ہیں کہ یہ حکمران ہونے کے باوجود کپڑے دھونے کی مشین بھی ہمسایوں سے پوچھ کر چلاتے ہیں اور یہ 15 سال کے اقتدار کے بعد خود ہی کرسی سے اٹھ بھی جاتے ہیں۔ عوام کو انھیں اتارنے کے لیے التحریر اسکوائر گرم کرنا پڑتا ہے اور نہ مک گیا تیرا شو مشرف کے نعرے لگانا پڑتے ہیں' یہ کون لوگ ہیں؟ یہ لوگ عالم اسلام کی کھوئی ہوئی میراث ہیں' رسولؐ ہمارے تھے' قرآن ہمارا تھا اور خلفاء راشدین بھی ہمارے تھے لیکن افسوس ان پر عمل ان لوگوں نے کیا۔ لہٰذا آج ہم پوری دنیا سے جوتے کھا رہے ہیں' ہم دنیا کے مہنگے ترین کپڑے پہن کر جہازوں میں بیٹھ کر اس اینجلا مرکل کے سامنے امداد کا کشکول پھیلا رہے ہیں جس نے پانچ یورو کے 20 سال پرانے کپڑے پہنے ہوتے ہیں اور جو گھر سے صبح کے برتن دھو کر آفس آتی ہے اور شام کو اپنے کپڑے خود استری کرتی ہے اور اس کا خاوند بیوی کی 15 سالہ چانسلری کے باوجود پروفیسر کا پروفیسر رہتا ہے' وہ یونیورسٹی کا وائس چانسلر بھی نہیں بنتا اور یہ ہے وہ فرق جس نے آج ہمیں بھکاری اور اینجلا مرکل جیسی لیڈروں کے ملکوں کو سخی بنا دیا' یہ ان داتا ہو گئے اور ہم اقوام عالم کے سامنے جھولی پھیلا کر کھڑے ہیں لیکن ہمیں اس کے باوجود شرم نہیں آتی۔ (ادارہ)

حمد باری تعالیٰ - افتخار راغب دوحہ قطر

کتاب: لفظوں میں احساس سے ماخوذ

وہی جو خالق جہان کا ہے وہی خدا ہے وہی خدا ہے
جو روح جسموں میں ڈالتا ہے وہی خدا ہے وہی خدا ہے
وہ جس کی حکمت کی سرفرازی، وہ جس کی قدرت کی کارسازی
ہر ایک ذرّے میں رُونما ہے وہی خدا ہے وہی خدا ہے
وہ بے حقیقت سا ایک دانہ، جو آب و گِل میں تھا مٹنے والا
جو اُس میں کونپل نکالتا ہے وہی خدا ہے وہی خدا ہے
الگ الگ سب کے رنگ و خصلت، جدا جدا سب کے قدّ و قامت
جو سارے چہرے تراشتا ہے وہی خدا ہے وہی خدا ہے
ہے علم میں جس کے ذرّہ ذرّہ، گرفت میں جس کی ہے زمانہ
جو دل کے بھیدوں کو جانتا ہے وہی خدا ہے وہی خدا ہے
وہ جس نے دی مختلف زبانیں، تخیّل و عقل کی اُڑانیں
جو کشتیِ فن کا ناخدا ہے وہی خدا ہے وہی خدا ہے
کوئی تو ہے جو ہے سب سے اوّل، کوئی تو ہے جو ہے سب سے آخر
جو ابتدا ہے جو انتہا ہے وہی خدا ہے وہی خدا ہے
مصیبت و درد و رنج و غم میں، حیات کے سارے پیچ و خم میں

ارض مقدس یعنی فلسطین اور سورۃ الانبیاء کی دعا
حضرت مصلح موعودؓ کی تشریح کے ساتھ

(انجینئر محمود مجیب اصغر)

یورپ ایشیاء اور افریقہ کے تقریباً سنگھم پر دریائے اردن اور بحیرہ قلزم کے درمیان کا علاقہ جو اب زیادہ تر یہودیوں کے قبضے میں ہے موجودہ اسرائیل اور فلسطین پر مشتمل ہے اس کے ایک طرف لبنان اور دوسری طرف مصر ہے۔1948ء سے پہلے یہ تمام علاقہ فلسطین کہلاتا تھا جس پر 1967ء میں میں اسرائیل نے قبضہ کر لیا بیت المقدس کو اسرائیلی یروشلم کہتے ہیں اور یہ شہر یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں تینوں کے نزدیک مقدس ہے مسلمانوں کا قبلہ اول یہیں ہے۔

قرآن کریم میں ارض مقدس کا ذکر:

فرمایا:''اے میری قوم (یعنی قوم موسیٰ) تم اس پاک کی ہوئی زمین (ارض مقدس) میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ رکھی ہے اور اپنی پیٹھوں کے رخ نہ لوٹ جانا ورنہ تم نقصان اٹھا کر لوٹو گے''۔ (المائدہ:22)

بنی اسرائیل کا فساد اور ارض مقدس سے نکالا جانا:

فرمایا:''اور ہم نے اس کتاب میں بنی اسرائیل کو یہ بات کھول (کر) پہنچا دی تھی کہ تم یقیناً اس ملک میں دو بار فساد کرو گے اور یقیناً تم بہت بڑی سرکشی (اختیار) کرو گے۔اور جب ان دو (بار کے فسادوں) میں پہلی (بار) کا وعدہ پورا ہونے کا وقت آیا تو ہم نے بعض اپنے ایسے بندوں کو (تمہاری سرکوبی کیلئے، تم پر مستولی کر کے) کھڑا کر دیا جو سخت جنگجو تھے اور وہ تمہارے گھروں کے اندر جا گھسے اور یہ وعدہ (بہر حال) پورا ہو کر رہنے والا تھا''

(17 بنی اسرائیل:5،6)

یہ بنوکدنضر بادشاہ بابل کے حملہ کا ذکر ہے جس نے بابل پر حملہ کر کے صدقیاہ کو شکست دی تھی اور اس کی آنکھیں نکال دی تھیں۔

(دیکھو 2 سلاطین باب 25 بحوالہ تفسیر صغیر)

آخری زمانہ میں یہودیوں کا ارض مقدس میں جمع ہونا:

فرمایا:''اور اس کے بعد بنی اسرائیل کو ہم نے کہہ دیا کہ تم اس موعودہ سر زمین میں جا کر آرام سے رہو اور جب (مسلمانوں کے لئے) دوسری بار (عذاب) کا وعدہ (پورا ہونے کا وقت) آئے گا تو ہم تم (سب) کو جمع کر کے وہاں لے آئیں گے''۔

(17 بنی اسرائیل:105) اس پیشگوئی کے مطابق بنی اسرائیل آج کل فلسطین پر قابض ہو گئے ہیں۔ (فٹ نوٹ تفسیر صغیر)

قرآن کریم کی ایک عظیم پیشگوئی (ارض مقدس آخر کار مسلمانوں کے قبضہ میں آئے گی) فرمایا:''اور ہم نے زبور میں کچھ نصیحتیں کرنے کے بعد یہ لکھ چھوڑا ہے کہ ارض مقدس کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے (یہاں حضرت داؤد کی اس پیشگوئی کی طرف اشارہ ہے جو زبور باب 37 میں مذکور ہے) اس مضمون میں ایک پیغام ہے اس قوم کے لئے جو عبادت گزار ہے اور ہم نے تجھے دنیا میں صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے تو کہہ دے کہ مجھ پر تو صرف یہ وحی ہوتی ہے کہ تمہارا خدا ایک ہے پس کیا تم اس بات کو مانو گے (کہ نہیں) پس اگر وہ پیٹھ پھیر لیں تو تو ان سے کہہ دے کہ میں نے تم (میں سے مومن و کافر) کو برابر خبر دے دی ہے اور میں نہیں جانتا کہ وہ امر جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے قریب ہے یا بعید خدا تعالیٰ ظاہر بات کو بھی جانتا ہے اور جو تم چھپاتے ہو اسے بھی جانتا ہے اور میں نہیں جانتا کہ وہ (بات جو اوپر بیان ہوئی ہے) شاید تمہارے لئے ایک آزمائش ہے اور (اس سے) ایک عرصہ تک تمہیں فائدہ پہنچانا مدنظر ہے۔ (یا ہمیشہ ہمیش کے لئے)

(اس وحی آنے پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا: اے میرے رب تو حق کے مطابق فیصلہ کر دے اور ہمارا رب تو رحمان ہے اور (اے کافرو) جو تم باتیں کرتے ہو ان کے خلاف اسی سے مدد مانگی جاتی ہے۔''

(الانبیاء:113106)

سورۃ الانبیاء کی دعا اور حضرت مصلح موعود کا تشریحی نوٹ:

قٰلَ رَبِّ احۡکُمۡ بِالۡحَقِّ ؕ وَرَبُّنَا الرَّحۡمٰنُ الۡمُسۡتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوۡنَ○ (الانبیاء آیت 113) اس ایت میں اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے مسلمانوں کے لئے پہلے ہی دعا کروا دی ہے کہ خدا تعالیٰ فلسطین ان کو دے دے اور ان کی صداقت ثابت کر دے...

''خدایا جس وقت مسلمانوں پر تنزل کا زمانہ آئے اور یہودی پھر ارض مقدسہ میں آ جائیں تو گو میری امت کے لوگ اس وقت کمزور ہوں گے مگر اصل حکومت تو میری ہی ہوگی جو تیری طرف سے قیامت تک کے لئے خاتم النبیین مقرر ہوا ہوں پس مسلمانوں کی شکست میری شکست ہوگی اور میں تیرے حضور میں محبوب ہوں اور یہودی تیرے حضور میں مغضوب ہیں پس میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ ایسے وقت میں میرا لحاظ کر کے میری قوم اور یہودیوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دے اور میری قوم کو یہودیوں پر فتح دے تا کہ پھر میری قوم عبادی الصالحون میں شامل ہو کر فلسطین پر قابض ہو جائے''۔ (تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ 578)

مسئلہ فلسطین اور چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کی عظیم خدمات

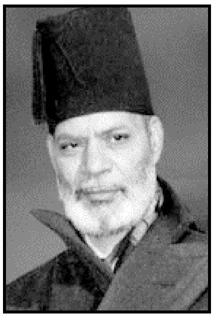

مسئلہ فلسطین کا پس منظر

فلسطین کو یہودیت کا مرکز بنانے کی تحریک انیسویں صدی کے آخر میں شروع ہوئی جب عالمی صہیونی انجمن کی بنیاد ڈالی گئی۔اور ''بیل'' کے مقام پر طے پایا کہ فلسطین میں یہودیوں کا ایک وطن بنایا جائے۔صہیونی تحریک کے لیڈروں نے پہلے تو سلطان ترکی کو اس بات پر آمادہ کرنیکی کوشش کی کہ یہودی وطن کے قیام کی اجازت دی جائے۔مگر ترکی حکومت نے انکار کردیا۔1903ء میں حکومت برطانیہ نے تجویز پیش کی کہ یہودی کینیا کو اپنا وطن بنالیں۔لیکن یہودی رضا مند نہ ہوئے۔1914ء میں جب پہلی عالمی جنگ چھڑی تو یہودیوں نے جرمنی اور برطانیہ دونوں سے جوڑ توڑ شروع کردیئے جنگ عظیم کے دوران حالات نے پلٹا کھایا۔ترک جنگ میں اتحادیوں کے خلاف جرمنی کا ساتھ دے رہے تھے ادھر برطانیہ کو عربوں کی (جو اسوقت ترکی حکومت سے مطمئن نہ تھے) ضرورت محسوس ہوئی۔انگریزوں نے حسین شریفِ مکہ کو پیغام بھیجا کہ اگر فلسطین کے عربوں نے جنگ میں انکا ساتھ نہ دیا تو ترکوں کے عربی مقبوضات آزاد کر دیئے جائیں گے۔ان مقبوضات میں فلسطین بھی شامل تھا۔عرب برطانیہ کے داؤ میں آگئے اور انہوں نے اسے منظور کرلیا۔اور جنگ میں ترکوں کے خلاف برسرِ پیکار ہوگئے۔کرنل ''لارنس'' کی زیر ہدایت اور عربوں کی مدد سے جنرل ''ایلن بی'' نے 1917ء میں ترکوں کو شکست دے کر یروشلم پر قبضہ کر لیا۔صہیونی تحریک کے لیڈر بھی خاموش نہیں بیٹھے تھے۔فلسطین کو اپنا قومی گھر بنانے کی پرانی خواہش از سرِ نو تازہ ہوگئی۔ادھر جنگ کے مصارف کی وجہ سے انگریزوں کو یہودی سرمایہ کی سخت ضرورت تھی نتیجہ یہ ہوا کہ اسی سال برطانوی وزیرِ امورِ خارجہ لارڈ ''بلفور'' اور یہودی لیڈر لارڈ ''روسچائلڈ'' کے مابین ایک خفیہ معاہدہ ہوا جس کے ذریعہ طے پایا کہ یہودی جنگ میں برطانیہ کی مدد کریں اسکے عوض برطانیہ اختتام جنگ پر فلسطین کو یہودیوں کا وطن بنا دے گا۔یہ معاہدہ 1923ء یعنی اختتامِ جنگ کے ایک سال بعد تک خفیہ رکھا گیا۔جنگ کے بعد تھوڑے عرصہ تک سکون رہا۔1920ء میں فلسطین کی باگ ڈور مجلس اقوام کی زیرنگرانی برطانیہ کے سپرد ہوئی۔عربوں کو کامل یقین تھا کہ عنقریب فلسطین ایک آزاد ملک انکے سپرد کردیا جائے گا۔مگر 1920ء میں پہلی بار محسوس ہوا کہ برطانیہ کسی صورت میں انکو فلسطین کا اقتدار سونپنے کیلئے آمادہ نہیں ہے۔اس عرصہ میں یہودی لوگ کافی تعداد میں فلسطین پہنچ چکے تھے۔اور اس وقت سے ہی علاقہ میں گڑبڑ شروع ہوگئی تھی۔یہودی اعلانیہ طور پر فلسطین کو اپنا ملک بنانے پر مصر تھے۔عرب جو پہلے ہی مضطرب بیٹھے تھے مزید بھڑک اٹھے۔یہودیوں کی بڑھتی ہوئی درآمد نے انکی آنکھیں کھول دیں۔اور ملک میں فسادات کا دور دورہ شروع ہوگیا۔

1924ء میں حالات انتہائی نازک حالت تک پہنچ گئے۔بغاوت فرو کرنے کے لئے انگریز فوجیں منگائی گئیں اور وقتی طور پر ہنگاموں پر قابو پالیا گیا۔مگر 1933ء اور 1936ء میں دوبارہ شدید فسادات اٹھ کھڑے ہوئے۔بہت کچھ مالی وجانی نقصان ہوا۔برطانوی مدبرین کا خیال تھا کہ کچھ عرصہ کے بعد عرب اور یہودی شیر وشکر ہوجائیں گے لیکن اختلافات کی خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی گئی۔15 سال کے کشت وخون کے بعد جب حالات قابو سے باہر نظر آنے لگے تو برطانیہ نے نومبر 1936ء میں لارڈ ''پیل'' کی صدارت میں ایک شاہی کمیشن نامزد کردیا۔جس نے حالات کا مطالعہ کرکے جولائی 1937ء میں اپنی رپورٹ اور اپنی سفارشات پیش کردیں۔''پیل'' کمیشن نے اعتراف کیا کہ عرب اور یہودی دونوں سے وعدہ خلافی اور ناانصافی کی گئی ہے۔جس کا حل اس نے یہ پیش کیا کہ ملک کے حصے بخرے کر دیئے جائیں۔ایک علاقہ جو سب سے زرخیز اور تجارتی مرکز تھا اور جس میں وہاں کی صرف ایک ہی کارآمد بندرگاہ حیفا بھی شامل تھی یہودیوں کے حوالے کردیا جائے۔اور فلسطین کا بیشتر حصہ جو عموماً ریتلا، صحرا اور بنجر ہے عربوں کو دے دیا جائے۔نیز سفارش کی کہ باقی مقامات مقدسہ یروشلم اور درمیانی علاقہ پر انگریزی حکومت کی عملداری رہے۔عرب اور یہود دونوں نے اس تجویز کی سخت مذمت کی اور فلسطین میں یکایک فریقین کی طرف سے ملک گیر اور منظم فسادات اٹھ کھڑے ہوئے۔عربوں کا نشانہ پہلے تو یہودی ہوا کرتے تھے۔مگر پھر انگریزی فوجوں پر یورش شروع کردی گئی۔متعدد برطانوی فوجی بیڑے حیفا اور جافا پہنچ گئے۔اور ملک میں مارشل لاء نافذ کردیا گیا۔حریت پسند عرب لیڈر گرفتار کئے گئے۔مجلسیں توڑ دی گئیں اور عرب دیہات نہ صرف

تعزیری چوکیوں سے زیر بار کردیئے گئے بلکہ ہوائی جہازوں سے ان پر گولہ باری کی گئی۔ان حالات نے صورتحال بدل دی، ملک کے حصے بخرے کرنے کی سکیمیں وقتی طور پر معرضِ التواء میں پڑ گئیں۔اور پیل کمیشن کی رپورٹ پر غور کرنے کیلئے ایک اور کمیشن ''ووڈ ہڈ'' کمیشن مقرر ہوا۔مگر عرب نہ مطمئن ہو سکتے تھے نہ ہوئے۔اب برطانوی حکومت نے مفاہمت کے لئے ایک نئی تجویز سوچی اور وہ یہ کہ لندن میں عربوں اور یہودیوں کی ایک مشترکہ کانفرنس کا فیصلہ کیا گیا۔یہ کانفرنس فروری 1939ء میں بمقام لندن منعقد ہوئی جس میں سعودی عرب، مصر اور عراق کے مندوبین نے شرکت کی۔مگر یہ بھی ناکام ہوگئی۔ (ملخص از تاریخ احمدیت جلد 7 صفحہ 553 تا 555)

عرب زعماء مسجد فضل لندن میں

فروری 1939ء کی یہی کانفرنس تھی جس میں شریک ہونے والے عرب نمائندگان جن میں مکّہ مکرمہ کے وائسرائے اور فلسطین، عراق اور یمن کے نمائندوں کے اعزاز میں مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمس مبلغ لندن نے ایک پارٹی دی۔جس میں شہزادہ فیصل، شیخ ابراہیم سلمان رئیس النیابۃ العامۃ، شیخ حافظ وہبہ، عونی بیک الہادی، القاضی علی العمری اور القاضی محمد الشامی وغیرہ مندوبین کانفرنس نے شرکت کی۔

اس موقعہ پر امیر فیصل اور دوسرے عرب نمائندگان کے نام بذریعہ تار برقی جو پیغام حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ارسال فرمایا وہ اگرچہ پہلے مولانا جلال الدین صاحب شمس کی مساعی کے تذکرہ کے دوران درج ہو چکا ہے تاہم یہاں پر مضمون کے تسلسل اور قارئین کی یاددہانی کے لئے دوبارہ نقل کیا جاتا ہے۔حضورؓ نے فرمایا:

''میری طرف سے ہز رائل نس امیر فیصل اور فلسطین کانفرنس کے ڈیلیگیٹوں کو خوش آمدید کہیں۔اور ان کو بتا دیں کہ جماعت احمدیہ کامل طور پران کے ساتھ ہے۔اور دعا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انکو کامیابی عطا کرے۔اور تمام عرب ممالک کو کامیابی کی راہ پر چلائے۔اور ان کو مسلم ورڈ کی لیڈرشپ عطا کرے۔وہ لیڈرشپ جو ان کو اسلام کی پہلی صدیوں میں حاصل تھی۔''

(از تاریخ احمدیت جلد 7 صفحہ 557-556)

مسئلہ فلسطین پر چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب کی تقریر

یوں تو حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب نے مسئلہ فلسطین پر بہت سے انٹرویوز اور لیکچرز دیئے، لاتعداد بیانات اور مشورے دیئے لیکن ہم ذیل میں دو تقاریر پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب جج فیڈرل کورٹ آف انڈیا نے ''مسئلہ فلسطین'' کے مضمون پر وائی ایم سی اے ہال لاہور میں 27 جنوری 1946ء کو ایک نہایت اہم اور معلومات افزا تقریر فرمائی۔جلسہ کا اہتمام نوجوانان احمدیت کی بین الکلیاتی تنظیم ''احمدیہ انٹر کالجیٹ ایسوسی ایشن'' نے کیا اور صدارت کے فرائض جناب ڈاکٹر ای۔ڈی لوکس وائس پرنسپل ایف سی کالج لاہور نے انجام دیئے۔

اخبار ''انقلاب'' (لاہور) نے اس تقریر کا ملخص حسب ذیل الفاظ میں شائع کیا۔''برطانیہ اور امریکہ یہودی سرمایہ کے اثر کے باعث آزادانہ طور پر کوئی اقدام نہیں کر سکتے۔سیاسی حلقہ میں بھی یہودیوں کا اثر کم نہیں ہے۔موجودہ پارلیمنٹ کے دارالعوام میں 25 یہودی ممبر ہیں۔دو یہودی وزیر اور ایک یہودی سیکرٹری آف سٹیٹ، اسی طرح امریکہ میں بھی وہ ملک کی سیاسی مشین پر اثر انداز ہیں۔

یہ سوال کہ کیا فلسطین ان ملکوں میں شامل تھا جن کے بارے میں گزشتہ جنگ کے آغاز میں حکومت برطانیہ نے عربوں کو آزادی کا یقین دلایا تھا، آج تیس سال کے بعد بھی حل نہیں ہو سکا۔فلسطین میں گزشتہ 21 سال کی بدامنی اور ناخوشگوار حالات کے باوجود حکومت برطانیہ اس مسئلہ کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کر سکی۔پہلی عالمگیر جنگ سے موجودہ وقت تک فلسطین کی سیاسیات کا جائزہ لینے کے بعد سر محمد ظفر اللہ خان صاحب نے کہا کہ فلسطین کے عرب حسب ذیل چار وعدوں کی بناء پر جو کہ حکومت برطانیہ نے ان سے کئے تھے فلسطین میں ایک عرب ریاست کے قیام کا مطالبہ کرتے ہیں۔

اول: پہلی عالمگیر جنگ کے شروع میں برطانیہ نے جن عرب ممالک سے آزادی کا وعدہ کیا تھا فلسطین بھی ان میں شامل تھا۔

دوئم: حکومت برطانیہ نے اپنے پہلے وعدے کو اس اعلان سے مضبوط کیا کہ جنگ کے بعد عرب ممالک میں وہاں کے لوگوں کے مشورہ کے بغیر کوئی حکومت قائم نہیں کی جائیگی۔

سوئم: ''بالفور'' اعلان کا یہ مفہوم نہیں تھا جو یہودی اخذ کرتے ہیں کہ فلسطین میں ایک یہودی ریاست قائم کی جائے گی۔

چہارم: عربوں کا مطالبہ ہے کہ 1939ء کا قرطاس ابیض ایک قسم کا آخری فیصلہ تھا اور یہودی اس کی مخالفت میں حق بجانب نہیں ہیں۔

سر محمد ظفر اللہ خان نے شریف مکہ اور مصر میں برطانوی ہائی کمشنر کے مابین عرب ممالک کی آزادی کے بارے میں خط و کتابت کا تفصیل ذکر کرتے ہوئے کہا کہ شریف مکہ نے مطالبہ کیا تھا کہ جنگ کے اختتام پر عرب ممالک کو آزاد کیا جائے اور کہا تھا کہ عربوں کا یہ مطالبہ ان کی زندگی کا جزو اعظم بن چکا ہے۔ اور اس میں کسی قسم کا ردو بدل نہیں ہوسکتا۔ حکومت برطانیہ نے ہائی کمشنر کی معرفت اس مطالبہ کو پورا کرنے کا یقین دلایا تھا۔ آج عرب اسی خط و کتابت کی بناء پر فلسطین کی آزادی کا مطالبہ کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ فلسطین بھی ان ممالک میں شامل تھا جن کے بارے میں شریف مکہ نے حکومت برطانیہ سے ضمانت مانگی تھی۔

فلسطین میں یہودیوں کے قیام کے متعلق دیگر عرب ممالک کے ردّعمل کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ عرب یہودیوں کے نام سے متنفر ہیں ان کا خیال ہے کہ اگر فلسطین میں یہودیوں کی ریاست قائم ہوگئی تو پھر وہ ہمسایہ عرب ممالک سے بھی مزید علاقوں کا مطالبہ کرینگے اور نئی مشکلات پیدا ہوجائیں گی۔

اگرچہ یہودی اس امر کا یقین دلائیں بھی کہ وہ عربوں کے مفاد کی حفاظت کرینگے پھر بھی باہمی فساد کا جذبہ اب اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ کسی مفاہمت کی کوئی امید نہیں۔ یہودی اس بات پر تلے ہوئے ہیں کہ اگر ممکن ہو سکے تو طاقت کے استعمال سے یہودی ریاست قائم کریں گے۔

سر محمد ظفر اللہ خان صاحب نے کہا کہ فلسطین کی 17 لاکھ پچاس ہزار کی کل آبادی میں چھ لاکھ اور پچاس ہزار یہودی ہیں اور وہ ملک کی اقتصادی زندگی پر چھائے ہوئے ہیں اور اگر یہودیوں کا فلسطین میں داخلہ بند بھی کردیا گیا تو وہ سیاسی اور اقتصادی طور پر عربوں کے لئے ایک بہت بڑا خطرہ بنا رہے ہیں۔ ہم صورت حال سے بخوبی آگاہ ہیں اور اس خطرہ کو مٹانے کا عزم کئے ہوئے ہیں۔

(بحوالہ الفضل 31 صلح 1325 ہش بمطابق 31 جنوری 1946ء صفحہ 6

بحوالہ تاریخ احمدیت جلد نمبر 10 صفحہ 568 تا 570)

چوہدری صاحب کی دوسری فاضلانہ تقریر

چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب 9 دسمبر 1947ء کو گورنمنٹ کالج لاہور میں ایک فاضلانہ خطاب فرمایا جس میں مسئلہ تقسیم فلسطین کی سازش پر مفصل روشنی ڈالی۔ اس تقریر کا ملخص اخبار ''نوائے وقت'' نے درج ذیل الفاظ میں شائع کیا:

لاہور۔9 دسمبر۔ ادارہ اقوام متحدہ میں پاکستانی وفد کے قائد چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں نے آج مسئلہ فلسطین کے تمام پہلوؤں پر مفصل روشنی ڈالی۔ انہوں نے ادارہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں تقسیم فلسطین کے فیصلہ کو سخت نا منصفانہ قرار دیا۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں تقریر کرتے ہوئے سر ظفر اللہ نے سخت افسوس ظاہر کیا کہ امریکی حکومت نے چھوٹی چھوٹی طاقتوں کے نمائندگان پر ناجائز دباؤ ڈال کر تقسیم فلسطین کے حق میں فیصلہ کرالیا۔ سر ظفر اللہ نے کہا کہ امریکہ کی انتخابی سیاسیات نے فلسطین کو ایک مہرہ بنایا۔ آپ نے فرمایا کہ سرزمین فلسطین کی مجوزہ یہودی ریاست میں نہ صرف ایک مضبوط عرب اقلیت ہمیشہ کے لئے یہودیوں کی غلام بن جائے گی بلکہ ملک کی اقتصادیات پر بین الاقوامی کنٹرول قائم ہو جائے گا جو قطعاً غیر قانونی حرکت ہے۔

چوہدری سر محمد ظفر اللہ نے بتایا کہ کس طرح امریکہ کے سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے یہودی اثر کے ماتحت چھوٹی چھوٹی اقوام پر ناجائز دباؤ ڈالا اور دو تین فیصلہ کن ووٹ حاصل کر لئے جس کے مطابق ادارہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں فلسطین کی تقسیم کا نامنصفانہ فیصلہ ہوا۔

سر ظفر اللہ نے بتایا کہ 26 نومبر کو ہمیں یقین ہوگیا تھا کہ ہم کامیاب ہو گئے ہیں اور مخالف فریق کو اپنی شکست کا یقین ہوگیا تھا لیکن عین آخری وقت رائے شماری بلاوجہ 28 نومبر پر ملتوی کردی گئی تاکہ دوسرے ممالک پر دباؤ ڈال کر فلسطین کے متعلق ان کا رویہ تبدیل کیا جاسکے۔ چنانچہ جب ہیٹی کے مندوب نے رائے شماری کے بعد مجھ سے ملاقات کی تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور اس نے افسوس ظاہر کیا کہ اسے آزادی کے ساتھ ووٹ دینے کی اجازت نہیں دی گئی۔ اکثر ایسے مندوبین نے جنہوں نے تقسیم فلسطین کے حق میں ووٹ ڈالے یہ اعتراف کیا کہ انہوں نے نہایت مجبوری کے عالم میں تقسیم فلسطین کے حق میں ووٹ ڈالے اور اسی میرٹ میں تقسیم فلسطین کا فیصلہ ہوا۔''

''سر ظفر اللہ نے بتایا کہ جنرل اسمبلی میں کس طرح شروع میں عربوں کو تقسیم فلسطین کی سکیم کے استرداد کا یقین تھا لیکن بعد ازاں زبردست سازشیں کی گئیں کہ عربوں کی حامی اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کردیا گیا۔ صدر اسمبلی نے رائے شماری کو 26 نومبر سے 28 نومبر پر ملتوی کردیا۔ دریں اثناء

امریکی سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے بعض مندوبین پر ان کی حکومتوں کی مدد سے دباؤ ڈالا اور عربوں کے حامی 17 مندوبین میں سے 4 مندوب دوسرے فریق سے جا ملے۔ لائبیریا کے نمائندے نے اعتراف کیا کہ واشنگٹن میں ان کے سفیر نے انہیں تقسیم فلسطین کی حمایت پر آمادہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہیٹی کے نمائندے نے ہمیں افسوس کے ساتھ بتایا کہ وہ اپنی حکومت کی تازہ ہدایات کے ماتحت اب تقسیم فلسطین کے حق میں ووٹ دینے پر مجبور ہو گیا ہے۔ اس طرح بالآخر تقسیم فلسطین کے حق میں امریکی اور یہودی سازش کامیاب ہوگئی اور فلسطین کا فیصلہ کر دیا گیا۔'' (نوائے وقت 11 دسمبر 1947ء صفحہ 6)

اقوام متحدہ میں چوہدری صاحب کا مؤثر دفاع

ان واقعات میں سے ایک اہم اور قابل ذکر واقعہ احمدیت کے مایہ ناز فرزند چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی اقوام متحدہ میں مسئلہ فلسطین سے متعلق وہ پُرشوکت تقریر ہے جو آپ نے پاکستانی وفد کے لیڈر کی حیثیت سے فرمائی۔ چوہدری صاحب نے فلسطینی مسلمانوں کا مسئلہ کس مؤثر رنگ میں پیش کیا اس کا اندازہ لگانے کے لئے اخبار ''نوائے وقت'' میں شائع شدہ دو خبروں کا مطالعہ کافی ہوگا:۔

(پہلی خبر) ''سر ظفر اللہ کی تقریر سے اقوام متحدہ کی کمیٹی میں سکتے کا عالم طاری ہو گیا۔ امریکہ، روس اور برطانیہ کی زبانیں گُنگ ہو گئیں

لیک سس:۔ 10 اکتوبر۔ رائٹر کا خاص نامہ نگار اطلاع دیتا ہے کہ اقوام متحدہ کی کمیٹی میں جو فلسطینی مسئلہ کو حل کرنے کے لئے بیٹھی تھی کل پاکستانی مندوب سر ظفر اللہ کی تقریر کے بعد ایک پریشان کن تعطل پیدا ہو چکا ہے اور جب تک امریکہ اپنی روش کا اعلان نہ کردے دیگر مندوبین اپنی زبانیں کھولنے کے لئے تیار نہیں۔ امریکن نمائندہ جو اس دوران میں ایک مرتبہ بھی بحث میں شریک نہیں ہوا اس وقت تک بولنے کے لئے آمادہ نہیں جب تک کہ صدر ٹرومین وزیر خارجہ مسٹر جارج مارشل اور خود وفد ایک مشترکہ اور متفقہ حل تلاش نہ کر لیں۔ کمیٹی میں کل کی بحث میں کمیٹی کے صدر ڈاکٹر ہربرٹ ایوات (آسٹریلیا) نے بہت پریشانی اور خفت کا اظہار کیا جب بحث مقررہ وقت سے پہلے ہی آخری دموں پر پہنچ گئی اور امریکن مندوب اس طرح خاموش بیٹھا رہا گویا کسی نے زبان سی دی ہو۔ اقوام متحدہ کے تمام اجلاس میں یہ واقعہ اپنی نظیر آپ ہے۔

پاکستانی مندوب نے ایک لفظ میں دوسرے مندوبین کے وارداتِ قلب کا اظہار کر دیا جب اس نے اُکتا کر یہ مشورہ دیا کہ چونکہ بعض سرکردہ مندوبین تقریر کرنے سے واضح طور پر ہچکچا رہے ہیں اس لئے فلسطین پر عام بحث فوراً بند کر دی جائے۔ امریکن وفد دو دن سے اس بحث میں مبتلا ہے کہ اسے کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہئے لیکن ابھی تک وہ کسی فیصلے پر نہیں پہنچ سکا ہے۔ وفد کے ایک رکن نے دریافت کرنے پر بتانے سے گریز کیا کہ امریکن صدر مقام میں کیا کچھ ہو رہا ہے۔ مندوبین جس طرح اس مسئلہ پر اب تک اظہار خیال کرتے رہے ہیں اس سے یہ نتیجہ نکالنے کی کافی وجوہات ہیں کہ مندوبین میں نہ صرف عرب اور یہودی مطالبات اور دلائل کی صحت اور حقانیت کے بارہ میں ہی عارضی اختلافات ہیں بلکہ بعض مندوبین کو اس امر کا بھی احساس ہے کہ روس سے متعلق امریکہ کہ موجودہ حکمت عملی کے لئے عربوں کی حمایت اور ہمدردی انتہائی اور فیصلہ کن اہمیت رکھتی ہے۔

روس نے بھی ابھی تک اس مسئلہ پر اپنی روش کا اظہار نہیں کیا ہے۔ امریکہ کی خاموشی کی ایک وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ وہ روس کو اپنی خاموشی سے تھکا کر بولنے پر مجبور کرنا چاہتا ہے اور خود سب سے آخر میں تقریر کرنا چاہتا ہے تاہم معلوم ہوتا ہے کہ فلسطینی مسئلہ اب بری طرح روس اور امریکہ کی باہمی کشمکش میں الجھ جائے گا۔ (رائٹر)

(نوائے وقت 12 اکتوبر 1947ء صفحہ 1)

دوسری خبر: ''فلسطین کے متعلق سر ظفر اللہ کی تقریر سے دھوم مچ گئی۔ عرب لیڈروں کی طرف سے سر ظفر اللہ خاں کو خراج تحسین۔

نیو یارک۔ 10 اکتوبر مجلس اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں سر محمد ظفر اللہ خاں رئیس الوفد پاکستان نے جو تقریر کی وہ ہر لحاظ سے افضل و اعلیٰ تھی۔ آپ تقریباً 115 منٹ بولتے رہے۔ اس تقریر کا اثر یہ ہوا کہ جب آپ تقریر ختم کر کے بیٹھے تو ایک عرب ترجمان نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ فلسطین پر عربوں کے معاملہ کے متعلق یہ ایک بہترین تقریر تھی۔ آج تک میں نے ایسی شاندار تقریر نہیں سنی۔

سر محمد ظفر اللہ خاں نے اپنی تقریر میں زیادہ زور تقسیم فلسطین کے خلاف دلائل دینے میں صرف کیا۔ جب آپ تقریر کر رہے تھے تو مسرت و ابتہاج سے عرب نمائندوں کے چہرے تمتما اٹھے۔ تقریر کے خاتمے پر عرب ممالک

کے مندوبین نے آپ سے مصافحہ کیا اور ایسی شاندار تقریر کرنے پر مبارکباد پیش کی۔ایک انگریز مندوب نے سرظفر اللہ کو پیغام بھیجا کہ آپ کی تقریر نہایت شاندار تھی مجھے اس کی نقل بھیجئے میں انہماک سے اس کا مطالعہ کرنا چاہتا ہوں۔ (نوائے وقت 12 اکتوبر 1947ء صفحہ 2 کالم 2)

چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے اس تاریخی خطاب نے اقوام عالم کے سامنے فلسطینی مسلمانوں کا مسئلہ حقیقی خدوخال کے ساتھ نمایاں کردیا اور متعدد ممالک نے تقسیم فلسطین کے خلاف رائے دینے کا فیصلہ کرلیا لیکن بعد میں انہوں نے دنیا کی بعض بڑی طاقتوں کی طرف سے دباؤ میں آکر اپنی رائے بدل لی اور 30 نومبر 1947ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے فلسطین کو عرب اور یہودی دو علاقوں میں تقسیم کرنے کی امریکی روسی قرارداد پاس کردی۔

چوہدری صاحب کے خطاب کی پذیرائی

مسٹر ''الفرڈ لنتھل'' نے اپنی کتاب ''What price Israel'' میں جو ''ہنری ویگنری'' کمپنی شکاگو نے شائع کی لکھا ہے کہ ''پاکستان کے مندوب نے تقسیم کی تجویز کے خلاف عربوں کی طرف سے زبردست جنگ لڑی۔ انہوں نے کہا فلسطین کے بارہ لاکھ عربوں کو اپنی مرضی کی حکومت بنانے کا حق چارٹر میں دیا گیا ہے ادارہ اقوام متحدہ صرف ایسی مؤثر شرائط پیش کرسکتا ہے جس سے فلسطین کی آزاد مملکت میں یہودیوں کو مکمل مذہبی،لسانی،تعلیمی اور معاشرتی آزادی حاصل ہو۔اس کے لئے عربوں پر کوئی اور فیصلہ مسلط نہیں ہو سکتا(صفحہ 17) نیز لکھا ''جنرل اسمبلی میں پاکستانی نمائندے کی خطابت جاری رہی ''مغربی طاقتوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ کل انہیں مشرق وسطی میں، دوستوں کی ضرورت بھی پڑسکتی ہے میں ان سے درخواست کروں گا کہ وہ ان ملکوں میں اپنی عزت اور وقار تباہ نہ کریں۔ جو لوگ لسانی دوستی کے زبانی دعوے کرتے ہیں ان کا حال یہ ہے کہ اپنے دروازے بے گھر یہودیوں پر بند کئے ہوئے ہیں اور انہیں اصرار ہے کہ عرب فلسطین میں یہودیوں کو نہ صرف پناہ دیں بلکہ ان کی ایک ایسی ریاست بھی بننے دیں جو عربوں پر حکومت کرے''۔(ص 18-19)

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 30 جنوری 2009 صفحہ 3 تا 5)

چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب ؓ کی مسئلہ فلسطین سے متعلق خدمات کا ذکر پاکستانی پریس میں

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے اس زمانہ میں مسلمانان فلسطین کی حمایت میں جو عظیم الشان کارنامے انجام دیئے ان کی دھوم سارے عالم اسلام میں مچی ہوئی تھی۔اس تعلق میں پاکستانی پریس کی چند خبریں بطور نمونہ یہاں درج کی جاتی ہیں۔

(1) لندن یکم جون (اسٹار) لبنانی سفیر ڈاکٹر وکٹر خوری نے لیک سیکس سے واپسی پر مجلس اقوام میں عرب مقاصد سے پاکستان کی ہم آہنگی پر پسندیدگی کا اظہار کیا۔اور کہا: چوہدری ظفر اللہ خاں ایک بیش قیمت اور قابل ساتھی ہیں۔ (''انقلاب'' لاہور 13 رجولائی 1949ء صفحہ 4)

(2) پیرس سٹار نیوز ایجنسی 20 ستمبر: پاکستان کے وزیر خارجہ چوہدری سرمحمد ظفر اللہ خاں کا نام یہاں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے صدر کے لئے بہت زوردار طریقے سے لیا جارہا ہے۔انہوں نے اقوام متحدہ کے حالیہ اجلاس میں اس قدر شہرت حاصل کی ہے کہ ان کا درجہ دنیا کے بہترین پارلیمنٹری سیاست دانوں میں قائم ہوگیا ہے۔لیگ آف نیشن میں ان کے تجربے کا بھی بہت سے لوگوں کو احساس ہے۔

ان کے سب سے زیادہ حامی عرب اقوام کے وفود ہیں۔وہ ان کے لئے اپنے تمام ووٹ دینے کے لئے تیار ہیں۔اس کے علاوہ وہ دیگر ممالک کے ووٹ بھی حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔خاص طور پر لاطینی امریکہ کے ممالک کے ووٹ حاصل کئے جائیں گے۔

(''انقلاب'' لاہور 22 رستمبر 1948ء صفحہ 6 کالم 3 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 12 صفحہ 121-122)

قاضی فائز عیسیٰ جج سپریم کورٹ

قاضی فائز عیسیٰ تحریک پاکستان کے نامور کارکن اور مسلم لیگ بلوچستان کے صدر قاضی محمد عیسیٰ کے صاحب زادے ہیں۔

مولوی خادم رضوی دھرنا کیس میں موصوف جج نے اداروں کے غیر آئینی کردار پر انگلیاں اٹھائی تھیں۔یہ فیصلہ متعلقہ اداروں کو ناگوار گزرا جس کے نتیجے میں قاضی صاحب کے خلاف ریفرنس دائر ہوا۔سپریم کورٹ کے فیصلے سے خلائی مخلوق کو شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا۔کوئلوں کی دلالی میں منہ کالا کرنے کا کوئی فایدہ نہیں۔یہ فیصلہ اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ کم از کم چھ جج ابھی صاحب ضمیر ہیں۔

(شاہد خان۔پیٹریاٹ اسکواڈ طارق خان منقول)

ثناءاللہ نیازی (ر) سیشن جج میانوالی

(ڈاکٹر محمد اقبال ندیم ملانہ (گولڈ میڈلسٹ))

علاج درد

وکالت کے دور میں ایک مسئلہ در پیش ہوا کہ میری والدہ کو جوڑوں خصوصاً ''گھٹنوں میں درد شروع ہوا وہ بہت تکلیف میں تھی تمام ڈاکٹرز سے مشورہ کے بعدان کوصرف pain killer دیئے گئے۔اور جب میں نے مختلف ڈاکٹرز سے اس سلسلے میں گفتگو کی تو پتہ چلا کہ یہ arthritis ہے اوراس کا سوائے درد ختم کرنے والے کیپسولز کے کوئی علاج نہیں ہے بہت پریشانی ہوئی۔اور ایک موقع ایسا آیا کہ درد کی گولیوں کا اثر ختم ہوگیا۔میں والدہ صاحبہ کے درد کی وجہ سے بہت پریشان تھا کہ ایک دن والدہ صاحبہ نے مجھے کہا کہ اب میں اُٹھ کر کھڑی بھی نہیں ہوسکتی اور زیادہ پریشانی ہوئی اور میں اسی پریشانی میں کچہری جا رھا تھا کہ مجھے راستے میں ریلوے کا ایک ملازم ملا جو ھمارے گھر سے تھوڑے فاصلے پر رھتا تھا علیک سلیک ہوئی تو مجھے کہنے لگا آپ مجھے پریشان لگ رہے ھیں میں نے اسے والدہ کے گھٹنوں کے درد کے بارے بتایا اس نے مجھے کہا کہ یہ مرض مجھے بھی ھے مگر میں نے اس پر قابو پالیا ھے اور یہ کہا کہ شام کو وہ ایک فروٹ لا کر دے گا اور طریقہ بھی بتائے گا۔اس روز شام کو وہ مالٹے سے تھوڑے بڑے سائز کے چھ سات دانے ایک پھل کے لے آیا جو میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔اس نے اس کا نام بیل پتھر بتایا اوراستعمال کا طریقہ یہ بتایا کہ اس کو دھوپ میں رکھ دیں اور جب یہ سوکھ کر ھلکے ہوجائیں تو ان کو گرائینڈ کر کے سوجی اور گھی ملا کر ان کا حلوا بنانا ہے اور رات کو صرف ایک چمچ کھا کر سوجانا ہے۔ھم نے اس کی ھدایات پر عمل کیا اور والدہ صاحبہ نے رات کو ایک چمچ حلوہ پانی کے ساتھ لیا اور جب صبح اُٹھی تو بڑے آرام سے چل پھر رہی تھی اور درد بھی غائب تھا اس کے بعد ہمارے گھر سے کبھی وہ حلوہ ختم نہیں ہوا جب تک والدہ صاحبہ زندہ رہیں ان کو درد بھی نہیں ھوا۔جوڈیشل سروس کے دوران میری پوسٹنگ سرگودھا ھوئی تو میرے ایک دوست جو کہ محکمہ زراعت میں ڈپٹی ڈائریکٹر تھے کی والدہ کا یہی مسئلہ پتہ چلا تو میں نے اسے فروٹ کا بتایا۔اس کی فرمائش پر میں نے اپنے شہر سے وہ فروٹ منگوایا کیونکہ ھمارے شہر بھکر اور جھنگ میں وہ صرف دو جگہ درخت لگا ھوا ھے۔اس کا حلوہ بنا کر اس دوست کی والدہ کو دیا تو وہ جو ہر روز درد کا ٹیکا لگواتی تھی ٹھیک ھوگئی صرف اس دوائی سے جو میں نے گھر سے بنوا کر دی تھی۔اس کے بعد اس دوست نے بتایا کہ اس فروٹ کو بل کہتے ہیں۔یہ پرانے ریسٹ ہاؤسز میں کوئی نہ کوئی درخت مل جاتا ھے۔خان پور تبادلہ ھوا تو ایک سرکاری وکیل کے والد صاحب کا علاج بھی اسی حلوے والی دوائی سے کیا تو وہ بھی ٹھیک ھوگیا حالانکہ انہوں نے آغا خان ھسپتال سے گھٹنے تبدیل کرانے کے لیئے وقت بھی لے لیا تھا مگر اس دوا سے وہ ٹھیک ہو گئے۔تو دوستو اس فروٹ کا نام بل ھے۔گھٹنوں کے درد کی بیماری بھی عام ھوگئی ھے شائد اس پوسٹ سے کئی لوگوں کا بھلا ھو جائے۔یہ فروٹ مالٹے یعنی اورنج سے تھوڑا سا بڑا اور بھاری ھوتا ھے۔مگر Arthritis یعنی گھٹنوں کے درد کا واحد علاج ہے۔

فوجی دماغ

میرے والد صاحب 1971ء سے 1984ء تک پی اے ایف بیس مسرور میں خطیب رہے۔اس زمانے میں پابندی کے ساتھ ہر سال بیس پر سیرت کانفرنس منعقد ہوتی۔غالباً 1980ء میں سیرت کانفرنس کی تاریخ قریب آنے لگی تو سرکاری اجلاس میں طے کیا جانے لگا کہ بیس کے باہر سے کس بڑے عالم کو مہمان خصوصی کے طور پر بلایا جائے؟ والد صاحب نے مولانا سلیم اللہ خان صاحب کا نام تجویز کیا جو منظور کرلیا گیا۔کانفرنس کے دوران ڈائس پر مولانا اور بیس کمانڈر ساتھ ساتھ بیٹھے تھے،بیس کمانڈر نے مولانا سے اظہار تشکر کے طور پر سرگوشی میں کہہ دیا کہ ''مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ بہت بڑے عالم اور شیخ الحدیث ہیں، مجھے بہت خوشی ہے کہ آپ ہماری دعوت پر یہاں تشریف لائے ہیں مولانا سلیم اللہ خان صاحب نے فرمایا مجھے بھی یہاں آکر بہت خوشی ہوئی ہے، باقی سچ یہ ہے کہ میں کوئی بڑا عالم یا شیخ الحدیث نہیں ہوں بلکہ ایک ادنیٰ سا طالب علم ہوں کانفرنس کے اگلے روز بیس کمانڈر نے والد صاحب کو طلب کر لیا اور کہا،تمہاری جرات کیسے ہوئی سرکاری تقریب میں ایک طالب علم کو مہمان خصوصی بنوانے کی؟ والد صاحب سٹپٹا کر رہ گئے کہ یہ کیا کہا جارہا ہے،انہوں نے بیس کمانڈر سے پوچھا کونسا طالب علم؟ بیس کمانڈر نے کہا وہ سلیم اللہ خان جو رات کو یہاں تقریر کر کے گیا ہے۔والد صاحب نے لاکھ سمجھایا کہ سر وہ بہت بڑے شیخ الحدیث ہیں لیکن بیس کمانڈر ایک ہی بات کہتا انہوں نے خود مجھے کہا کہ سچ یہ ہے کہ میں ایک ادنیٰ سا طالب علم ہوں۔خلاصہ یہ کہ والد صاحب کے خلاف ایک انکوائری کمیٹی بنادی گئی جو یہ تحقیق کرے کہ آنے والا، طالب علم سلیم اللہ خان تھا کہ شیخ الحدیث سلیم اللہ خان؟ کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ اہل علم خود کو ازراہ انکسار طالب علم کہتے ہیں اور آنے والے مہمان نے بھی ایسا ہی کیا، فی الحقیقت وہ ایک بڑے شیخ الحدیث ہی ہیں۔بیس کمانڈر نے رپورٹ پڑھنے کے بعد کہا میں انکسار ونکسار نہیں جانتا،سیدھی طرح کہو کہ شیخ الحدیث نے مجھ سے غلط بیانی کی۔میں جب بھی ٹی وی چینلز پر ریٹائرڈ جرنیلوں کو سویلین اُمور میں ماہرانہ رائے دیتے دیکھتا ہوں تو مجھے 1980ء کا وہ فوجی دماغ ضرور یاد آتا ہے۔

ہے قدم مسیحا نے جب رکھا
مرے دل کی دنیا سدھر گئی

ظالم کا ظلم اور مظلوم کی بد دعا مد مقابل آ جائیں تو نتیجہ یہی نکلتا ہے

جاوید چودھری

اگر آپ اسلام آباد میں رہتے ہیں تو راول ٹاؤن چوک کو اچھی طرح جانتے ہوں گے۔ یہ چوک کلب روڈ پر سرینا ہوٹل سے فیض آباد کی طرف جاتے ہوئے آتا ہے۔ چوک میں ایک پٹرول پمپ اور ایک پرانی مسجد ہے۔ میں 1993ء میں اسلام آباد آیا تو مسجد کے ساتھ ایک چھوٹا سا گاؤں ہوتا تھا۔ گاؤں کی زمینیں ایکوائر ہو چکی تھیں، امیر لوگ زمینوں کی قیمتیں وصول کر کے بڑے بڑے سیکٹروں اور فارم ہاؤسز میں شفٹ ہو چکے تھے لیکن وہ غرباء پیچھے رہ گئے تھے جن کی زمینوں کے پیسے امراء کھا گئے یا پھر وہ جو گاؤں کے کمی کمین تھے اور ان کے نام پر کوئی زمین نہیں تھی، حکومت نے انہیں کوئی معاوضہ نہیں دیا۔ دنیا میں ان کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا، لہٰذا وہ اپنے ٹوٹے پھوٹے گھروں میں مقیم تھے۔ سی ڈی اے اور ضلعی انتظامیہ نے ان کو بے شمار نوٹس دیے مگر مکینوں کا کہنا تھا ''ہم کہاں جائیں' آپ ہمیں بتا دیں ہم وہاں چلے جاتے ہیں'' حکومت ظاہر ہے ایک ٹھنڈی ٹھار مشین ہوتی ہے، اس کا دل ہوتا ہے اور نہ ہی جذبات، لہٰذا حکومت جواب میں ایک اور نوٹس بھجوا دیتی تھی۔ نوٹس بازی کے اس عمل کے دوران بے نظیر بھٹو اور میاں نواز شریف کی حکومتیں آتی اور جاتی رہیں۔ ضلعی انتظامیہ نے جب بھی سویلین گورنمنٹ سے آپریشن کی اجازت مانگی، حکومت نے اجازت نہ دی۔ انتظامیہ ایک بار مشینری لے کر وہاں پہنچ گئی، چودھری شجاعت حسین اس وقت وزیر داخلہ تھے، ان کو اطلاع ملی تو وہ فوراً وہاں پہنچے اور ذاتی طور پر آپریشن رکوایا۔ لیکن پھر 1999ء آ گیا اور جنرل پرویز مشرف حکمران بن گئے۔ ان کا قافلہ روز اس چوک سے گزر کر وزیر اعظم ہاؤس آتا تھا۔ جنرل مشرف کی طبع نازک پر غریبوں کی وہ جھونپڑیاں ناگوار گزرتی تھیں۔ وہ ایک دن گزرے، کھڑکی سے باہر دیکھا اور آپریشن کا حکم جاری کر دیا۔ میں ان دنوں شہزاد ٹاؤن میں رہتا تھا اور روزانہ راول چوک سے گزرتا تھا۔ میں نے دوپہر کو دفتر جاتے ہوئے اپنی آنکھوں سے وہ آپریشن دیکھا۔ وہ لوگ انتہائی غریب تھے، ان کے گھروں میں ٹوٹی چارپائیوں، پچکے ہوئے برتنوں اور پھٹی رضائیوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ انتظامیہ نے وہ بھی ضبط کر لئے۔ گاؤں چند گھنٹوں میں صاف ہو گیا۔ زمین کو فارم ہاؤسز میں تبدیل کر دیا گیا اور وہ فارم ہاؤسز اُمراء نے خرید لئے صرف مسجد اور اس کے ساتھ چند قبریں بچ گئیں۔ وہ قبریں بھی اب کم ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ یہ کہانی یہاں پر ختم ہو گئی۔ 2007ء میں اس کہانی کا ایک نیا پہلو میرے سامنے آیا۔ ملک میں اس وقت جنرل پرویز مشرف کے خلاف تحریک چل رہی تھی۔ ایک روز ایک صاحب وہیل چیئر پر میرے پاس تشریف لائے۔ وہ ٹانگوں سے معذور تھے اور چہرے سے بیمار دکھائی دیتے تھے، میں انہیں بڑی مشکل سے گھر کے اندر لا سکا۔ وہ مجھے اپنی کہانی سنانا چاہتے تھے، ان کا کہنا تھا۔ راول چوک کا وہ آپریشن انہوں نے کیا تھا، وہ اسے لیڈ کر رہے تھے۔

میں خاموشی سے ان کی داستان سنتا رہا۔ ان کا کہنا تھا: ان کے تین بچے تھے، دو لڑکے اور ایک لڑکی، شادی پسند کی تھی۔ وہ سی ایس پی آفیسر تھے، کیریئر بہت برائیٹ تھا، سینئر اس کی کارکردگی سے بہت مطمئن تھے، ان کا اپنا خیال بھی تھا وہ بہت اوپر تک جائیں گے۔ وہ رٹ آف دی گورنمنٹ کے بہت بڑے حامی تھے' وہ سمجھتے تھے قانون پر سو فیصد عمل ہونا چاہیے اور جو شخص قانون کے راستے میں حائل ہو، ریاست کو اس کے اوپر بلڈوزر چلا دینا چاہیے چنانچہ جنرل مشرف نے جب راول چوک کے مکانات گرانے کا حکم دیا تو یہ ذمہ داری انہیں سونپی گئی۔ یہ فورس لے کر وہاں پہنچے اور گھر گرانا شروع کر دیئے۔ لوگ مزاحم ہوئے، پولیس نے ڈنڈے برسائے، لوگوں کو گرفتار بھی کیا اور ایک آدھ موقع پر ہوائی فائرنگ بھی کرنا پڑی، بہرحال قصہ مختصر آپریشن مکمل ہو گیا اور انتظامیہ نے ملبہ اٹھانا شروع کر دیا۔ وہ رکے اور پھر بولے: آپریشن کے بعد اینٹوں کے ایک ڈھیر پر درمیانی عمر کی ایک خاتون بیٹھی تھی، وہ ملبے سے نہیں اُٹھ رہی تھی، اس کا صرف ایک مطالبہ تھا، وہ کہہ رہی تھی کہ وہ بس ایک بار آپریشن کرنے والے صاحب سے ملنا چاہتی ہے۔ انتظامیہ عموماً ایسے مواقع پر خواتین سے زبردستی نہیں کرتی چنانچہ اہلکاروں نے انہیں بتایا اور وہ خاتون کے پاس چلے گئے۔ خاتون نے ان کی طرف دیکھا اور کہا ''صاحب! یہ آپریشن آپ نے کیا؟'' میں نے جواب دیا ''ہاں'' اس نے جھولی پھیلائی، آسمان کی طرف دیکھا اور بولی ''یا پروردگار! اس شخص نے میرے اور میرے بچوں کے سر سے چھت چھینی، یا اللہ اسے اور اس کے بچوں کو برباد کر دے'' میں اس وقت جوان تھا، میں نے منہ دوسری طرف پھیر دیا۔ اس خاتون نے اس کے بعد کہا: ''یا اللہ! ہم سے

ہمارے گھر چھیننے والے تمام لوگوں کو برباد کر دے‘‘ اس نے اس کے بعد اپنی پوٹلی اُٹھائی، اپنے بچے ساتھ لیے اور چلی گئی۔ وہ رُکا، اس نے اپنے آنسو پونچھے اور بولا: جاوید صاحب! آپ یقین کریں، وہ دن ہے اور آج کا دن ہے، میں بحرانوں سے نہیں نکل سکا۔ میں اس پوٹلی والی کی بددعا کا نشانہ بن گیا۔ میرا ایکسیڈنٹ ہوا، میری بیوی اور میری بچی مرگئی، میری ٹانگیں کٹ گئیں۔ میرے دونوں بیٹے ایک ایک کر کے بیمار ہوئے، میں نے اپنی ساری جمع پونجی ان کے علاج پر لگا دی لیکن وہ فوت ہو گئے۔ مجھے سسرال سے گھر ملا تھا، وہ بک گیا۔ میں نے اپنا گھر بنایا تھا، وہ 2005ء کے زلزلے میں گر گیا۔

محکمے نے میرے اوپر الزام لگایا، میری انکوائری شروع ہوئی، میں ڈس مس ہوا اور بے گناہی کے باوجود آج تک بحال نہیں ہو سکا۔ میں مقدمے پر مقدمہ بھگت رہا ہوں، میں 38 سال کی عمر میں شوگر، بلڈ پریشر اور دل کا مریض بھی بن چکا ہوں اور میرے تمام رشتے دار اور دوست بھی میرا ساتھ چھوڑ چکے ہیں۔ میں دل سے سمجھتا ہوں مجھے اس عورت کی بددعا لگی تھی۔ حکومت، میرا محکمہ اور آرڈر دینے والے لوگ، تینوں پیچھے رہ گئے لیکن میں برباد ہو گیا۔ میں آج سوچتا ہوں تو میں اپنے آپ سے پوچھتا ہوں‘ میں کتنا بے وقوف تھا! میں نے اس جنرل مشرف کے حکم پر غریبوں کے سروں سے چھت چھین لی جو خود تاریخ کا سب سے بڑا قبضہ گیر تھا، وہ غریب چند کنال زمین پر قابض تھے جب کہ جنرل مشرف نے 8 لاکھ مربع کلومیٹر کے ملک پر قبضہ کر رکھا تھا۔ وہ رکا اور بولا: آپ آج سڑکوں پر جنرل مشرف کے خلاف جلوس دیکھ رہے ہیں، آپ یقین کیجیے، یہ بھی اب میری طرح اپنی گھر میں نہیں رہ سکے گا، ہم سب کو اس عورت کی آہ کھا جائے گی۔ وہ رکا اور پھر بولا: آپ کو میری باتیں عجیب لگیں گی لیکن میں نے تحقیق کی ہے، اس آپریشن کا حکم دینے والا ہر شخص میری طرح ذلیل ہوا، ان میں سے آج کوئی شخص اپنے گھر میں آباد نہیں، وہ سب اولاد اور بیویوں کے بغیر عبرت ناک اور بیمار زندگی گزار رہے ہیں یہاں تک کہ اس وقت کے چیئر مین سی ڈی اے کی ساری پراپرٹی بھی بک گئی اور اس کی اولاد بھی در بدر ہو گئی، وہ بھی عبرت کا نشان بن کر آخری سانسیں لے رہا ہے۔ وہ صاحب اپنی کہانی سنا کر چلے گئے۔ میں چند دن اس کہانی کے تاثر میں رہا اور پھر نئے واقعات نے اس واقعہ کو یادداشت کے آخری کونے میں دھکیل دیا، میں اسے بھول گیا۔ وہ صاحب اور تجاوزات کے خلاف وہ آپریشن مجھے چند دن سے بار بار یاد آ رہا ہے۔

افکارِ اقبال۔ آفتاب شاہ

اقبال کا فلسفہ فکر اور آوازِ حق کی بازگشت کا نام ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ شاعرِ مشرق نے شاعری کو اپنے افکار کی تکمیل کا ذریعہ بنا کر اُمت کو پیغامِ حق سے روشناس کروانے کا انداز اختیار کیا تو غلط نہ ہوگا۔ اقبال کا ارتقاء انہیں شاعری اور فن کے زینے طے کرواتا جاتا ہے۔ شاعری میں نا صرف ندرت ہے بلکہ وہ موضوعات جن کو بیان کرتے ہوئے شعراء کی ہمت ٹوٹ جاتی ہے ان کا بیان ایسا ہے کہ پڑھنے والا اور سمجھنے والا حیرت و مسرت کے دریا میں غوطہ زن ہو جاتا ہے نئے نظریات کی عمارت اس طرح تشکیل دیتے ہیں کہ کہیں کوئی رخنہ نظر نہیں آتا۔ اسلامی فکر کا لباس جو جگہ جگہ سے پیوندِ خاک ہو چکا تھا اس کو اپنے افکار سے اس طرح رفو کرتے ہیں کہ مردِ کامل کا عکس حقیقی صحیح معنوں میں روشن تر ہو جاتا ہے۔ خودی کی خلعتِ فاخرہ کو مردِ مومن کا وہ لباس قرار دیتے ہیں جو آقا دو جہاں کی عشق کی خوشبو سے مہک رہا ہے۔ اسی لباس میں فقر کی آستین ہیں جہاں حضوری کے بٹن دیدہ زیبی سے پیوست ہیں اور اس لباس پر سایہِ خداوندی کا پرچم لہراتا ہے جو حقیقی اسلام روشن مینار بن کر رہنمائی کرتا ہے۔ یہی یقینِ محکم ہے جو مسلمان کو مومن کے درجے پر پہنچا دیتا ہے اور عرشِ بریں بھی مومن دستِ قدرت کا شاہکار بن۔ جاتا ہے تحریر وتجزیہ۔

کعب بن اشرف یہودی کے قتل کا حکم:

کعب بن اشرف رسول مکرم ﷺ کا بدترین دشمن تھا آپ کی ہجو میں اشعار کہا کرتا تھا یہودی عالم تھا کفار و قریش کو جنگ کے لئے بھڑکا تا رہتا تھا صحابہ کرام کی عزت مآب بیویوں کا نام لیکر اپنے اشعار میں فرضی عشق و محبت کے افسانے لوگوں کو سناتا اسے بار بار منع کیا گیا لیکن اس نے ذرا بھی پرواہ نہ کی۔ جب صبر کا پیمانہ چھلک گیا تو رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔ ومن لنا بابن الاشرف ہمیں اشرف کے بیٹے کعب کے شر سے کون بچائے گا؟ اس نے ہماری دشمنی کی انتہا کر دی ہماری اعلانیہ ہجو کرتا ہے مکہ جا کر اس نے کفار قریش کو غلاف کعبہ کے قریب جمع کیا ہے اور ان سے وعدہ لیا ہے کہ میرا تجربہ اور میرا مشاہدہ ہے دنیا کا ہر وہ شخص جو کسی کے سر سے چھت اور اس کا روزگار چھینتا

ہے یا پھر کسی معزز شخص کو بے عزت کرنے کی کوشش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے سب کچھ چھین لیتا ہے اور وہ شخص اس کے بعد روز مرتا اور روز جیتا ہے مگر اس کی سزا ختم نہیں ہوتی لہٰذا آپ جو دل چاہے کریں، لیکن کسی کی بددعا نہ لیں۔ دنیا کے تمام عہدے، کرسیاں اور تکبر عارضی ہوتے ہیں، یہ پیچھے رہ جاتے ہیں اور دنیا اور آخرت دونوں میں صرف پوٹلی والیوں کی دعائیں اور بددعائیں اپنا اثر دکھاتی ہیں۔ جس نے یہ نہیں پڑھا اس نے کچھ نہیں پڑھا پڑھ کر آزمایئے ظالم کا ظلم اور مظلوم کی بددعا مدمقابل آجائیں تو نتیجہ یہی نکلتا ہے۔

یوم مئی ۔ ایک اہم تحریک

یوم مئی کا واقعہ انسانی تاریخ کا پہلا واقعہ نہیں ہے، ظالم اور مظلوم کی طبقاتی کشمکش صدیوں سے جاری ہے۔ غلام اور آقا، کسان اور جاگیردار۔ مزدور اور سرمایہ دار، لوٹنے والے لوٹے جانے والوں کے درمیاں اس کشمکش کا آغاز اس وقت ہوا جب اس دھرتی پر محنت کرنے والوں کی محنت پر پلنے والوں کے لیے گنجائش پیدا کی گئی۔ اور یہ کشمکش اس وقت تک جاری رہے گی جب تک محنت کو غصب کرنے والوں کا وجود اس دنیا میں باقی رہے گا۔ اس پرستم ظریفی یہ بھی ہے کہ مظلوموں اور دبا کر رکھے جانے والوں پر ظلم کرنے کی اجازت بھی ظالموں نے ہمیشہ قانون سے ہی حاصل کی۔ قانون کے دعویداروں نے تاریخ انسانی کے زریں اوراق کو خون میں تر کرنے کیلئے ہمیشہ ایسے مواقع فراہم کیے ہیں۔ سیکنڈ انٹرنیشنل کی پہلی کانگریس نے 1889 میں یہ فیصلہ کیا کہ آئیندہ سے ہر سال یکم مئی کو پوری دنیا کے محنت کش اس عظیم انسانی المیے کو یاد کرنے کے لیے یوم مئی منائیں اور دنیا بھر کے محنت کشوں کی ایکتا اور ان کی سالمیت کو تقویت پنچائیں۔ یوم مئی کی تحریک اگرچہ بظاہر آٹھ گھنٹے اوقات کار مقرر کرانے کی ہی تحریک تھی مگر آج بڑھ کر یہ زمین۔ صنعت۔ امن۔ مساوات۔ انصاف و آزادی کے حصول اور تحفظ کے لیے جگہ جگہ لڑی جانے والی چھوٹی بڑی عوامی جھڑپوں۔ جنگوں۔ اجلاسوں اور مظاہروں کا دن بھی ہے۔ آج عوام دشمن حکمران اس دن کی تیزی وطراری کو کند کرنے کے لیے اپنے ہتھیار تیز کرتے رہتے ہیں مگر واقعات اور اعداد و شمار اس بات کے شاہد ہیں کہ وحشانہ منافع خوری اور بربریت کے خلاف مئی تحریک سال بہ سال وسعت اختیار کرتی جارہی ہے۔ مئی تحریک محض اوقات کار کی تخفیف۔ شرائط ملازمت۔ حالات کار کی بہتری اور ٹریڈ یونین سرگرمیوں کی بحالی تک محدود نہ ہے اور نہ محدود کی جا سکتی ہے۔ پیشہ ور مزدور لیڈروں۔ مزدوروں کی محنت پر پلنے والے کاخانہ داروں۔ ظالموں آمروں اور بظاہر جمہوری و پارلیمانی شکل وصورت رکھنے والے حکمرانوں کی حتی الامکان یہ ہی کوشش رہی ہے کہ کسی طرح بھی مزدوروں اور مئی تحریک کو کچل دیا جاے یا انہیں صرف معمولی مراعات اور ترجیحات یا سال دو سال کے معاہدوں کی صورت میں سمجھوتہ بازی تک محدود رکھا جاے۔ جنگ اور عالمگیریت ایک دوسرے سے جڑے ہوے ہیں۔ امریکہ کے جنگی عزائم کے پیچھے بھی آئی ایم ایف۔ ورلڈ بنک اور ڈبلیو ٹی او کی پوری حمایت اور کارفرمائیاں شامل ہیں۔ امریکہ کا فوجی بجٹ اس کے نزدیک ترین 25 ممالک کے فوجی بجٹ سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آج کی دنیا میں سیاست کیلئے مضبوط معاشی بنیادیں ہونا ضروری ہیں۔ محنت کش عوام پر ایسی سامراجی جنگیں مسلط ہونے کی بنا پر سرمایہ داری جو محنت کشوں کی سب سے بڑی دشمن ہے اس کی اجارہ داری تو مضبوط ہو جاتی ہے مگر بے روزگاروں کی تعداد ناقابل یقین حد تک بڑھ جاتی ہے کیونکہ وہ سرمایہ داری کے بحرانوں کی زد میں آکر ملازمتوں سینکال دہیے جاتے ہیں تا کہ منافع کی شرح گراوٹ کا شکار نہ ہو۔ سرمایہ دارانہ جمہوریت میں اس بات کا بہت پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ اس نظام نید نیا کر یکسر بدل دیا ہے۔ مگر حقیقتاً ایسا نہیں ہے۔ دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک صرف دو طبقات نظر آتے ہیں۔ ایک طبقہ سرمایہ داروں اور صنعت کاروں اور کاروباریوں پر مشتمل ہے۔ دوسرا طبقہ بھوکے ننگے بے روزگار۔ بے گھر عوام اور محنت کشوں کا ہے۔ اب تو ان محنت کشوں کو باہم ملکر اپنے حقوق کے لیے تنظیمیں اور یونین بنانے کے حق سے بھی روکا جاتا ہے۔ یعنی نیو ورلڈ آرڈر نے آتے ہی بین الاقوامی سطح پر ایک نئی غلامی کی بنیاد رکھ دی ہے۔

موجودہ دنیا لوٹنے والوں اور لوٹے جانے والوں کے درمیان دو طبقات میں بٹی ہوئی ہے اور ان دو طبقات میں ہمیشہ کشمکش جاری رہتی ہے۔ ماہر معیشت ایڈم سمتھ نے 1776 میں اپنی کتاب ویلتھ آف نیشن میں یہ بات کہی تھی کہ سرمایے اور محنت سے متعلق جو دو فریق یا جماعتیں ہیں

وہ دونوں الگ الگ مقاصد رکھتی ہیں اور ان دونوں میں اشتراک مقاصد کا کوئی امکان نہیں۔مزدور چاہتا ہے وہ زیادہ سے اجرت حاصل کرے جبکہ مالک کی کوشش ہوتی ہے کہ اجرات کی شرح کم سے کم رکھی جاے۔سرمایہ داری نظام میں تجارتی اشیاء استعمال کیلئے نہیں بلکہ منافع کمانے کے لیے تیار کی جاتی ہیں۔سرمایہ داری کی یہ ہی خوبی اور یہ ہی خامی ہے کہ اس کا مقصد نفع کمانا ہوتا ہے۔غربت کا خاتمہ یا ننگے بدن کولباس فراہم کرنا نہیں ہوتا۔اینگلز نے 1876ء میں لکھا تھا کہ۔تجارت رکی ہوء ہے۔مارکیٹیں بھری ہوئی ہیں۔اشیاء جمع ہیں۔کیونکہ ان کی خریداری نہیں ہورہی۔ہاتھ میں پیسہ نہیں ہے۔ادھار ختم ہو گیا ہے۔ مارکیٹیں بند ہیں اور مزدور اپنی ضروریات زندگی کوترس رہے ہیں حالانکہ انہوں نے اپنی ضروریات زندگی کومحدود رکھا ہوا ہے۔ایسا لگتا ہے کہ اینگلز نے یہ جملے آج کی صورت حال پر لکھے تھی مزدوروں کے سیاسی عمل کے بارے میں بھی اینگلز کا کہنا ہے کہ مزدوروں کی پارٹی کوکسی سرمایہ دار پارٹی کا دم چھلہ بن کر نہیں رہنا چاہیے۔اسے اپنا آزادانہ وجود برقرار رکھنا چاہیے۔اس طرح کہ اسکی اپنی خاص منزل ہو۔سیاسی آزادیاں۔جلسے کرنے،انجمن بنانے کا حق،پریس کی آزادی یہ ہی مزدور سیاست کے ہتھیار ہیں۔اگر کوئی ہم سے یہ ہتھیار لینا چاہیے تو کیا ہم ہاتھ پر ہاتھ دھر کے بیٹھ جائیں۔اگر ہم سیاست کے میدان سے ہٹ جاہیں۔ایسا کرنے کا مطلب ہو گا کہ ہم نے موجودہ بندوبست کو،حکومت وقت کو مان لیا سرمائے اور محنت کے تضادات نے دنیا بھر میں مزدور طبقے کی جدوجہد میں اضافہ کر دیا ہے اور وہ اس سرمایہ دارانہ نظام کو ختم کرنے کے درپے ہے جو اس کی پریشانیوں اور مصیبتوں کا سبب ہے۔دنیا میں عوامی ابھار آ رہا ہے جو کہ ہر جگہ ہڑتالوں اور مظاہروں سے ظاہر ہوتا ہے۔دنیا بھر کے مظلوموں نے اپنے جائز حقوق کی جنگ لڑتے ہوئے جوخون بہایا تھا،اسمیں تر بتر ہو جانے والا سرخ پرچم،اب کسی ایک ملک اور ایک قوم کی میراث نہیں ہے سرخ پرچم مظلوموں میں تفرقہ نہیں ڈالتا،صرف ان کا حق مانگتا ہے۔آج بھی یوم مئی وہ عظیم عالمی طاقت وتوانائی جوظلم کے سرمایہ دارانہ نظام،لوٹ مار اور استحصال کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم کر دینے کا چیلنج ہے۔(پاکستان مزدور محاذ کے چیئرمین کامریڈ طفیل عباس کی اپریل 2016 کی تحریر سے اقتباس)

سفید پوش بے ضمیر،وطن فروش،درباری خاموش رہا

میاں فہیم

چکری کا (خاموش چوہدری) چوہدری نثار علی خان آئیں ملیں پاکستان کی تاریخ کے سب سے ایماندار شخص سے۔یہ پاکستان کا سب سے ایماندار شخص ہے۔جو ساری عمر ایک وزارت لیکر پاکستان کی بربادی ہوتی دیکھتا رہا (مگر خاموش رہا کیوں؟) ایک بریگیڈیئر کا بیٹا اور ایک لیفٹیننٹ جنرل کا بھائی ہونے کے باوجود 35 سال لوہاروں کی نوکری کی اور پنشن میں پرویز رشید اور مریم نواز کے طعنے ملے(۔مگر خاموش رہا؟) پاکستان کا سب سے ایماندار شخص،جس کے سامنے مک مکا کا ڈرامہ کامیابی سے چلتا رہا۔جس کے سامنے لوگ،ملک کو کتے کی بھنبھوڑتے رہے(۔مگر خاموش رہا)؟

پاکستان کا سب سے ایماندار شخص،جس کے سامنے سائیکلوں کے پنکچر لگانے والے کے بیٹے نے دوبئی میں ٹاور بنا لیئے(۔مگر خاموش رہا؟) پاکستان کا سب سے ایماندار شخص،جس کی وزارت داخلہ میں ایان علی کا تفتیشی افسر اپنے گھر میں قتل ہوگیا۔(مگر خاموش رہا؟) پاکستان کا سب سے ایماندار شخص،جس کے پورے خاندان کو اعتزاز احسن نے سینٹ میں اُدھیڑ کر رکھ دیا،لیکن اس کو جواب دینے سے مالکوں نے منع کر دیا (مگر خاموش رہا؟) پاکستان کا سب سے ایماندار شخص،جو آدھی رات کو برقعے پہن کر جنرل کیانی سے ملتا،اور باہر آ کر تاثر دیتا کہ یہ فوج کا بندہ ہے۔(مگر خاموش رہا؟) پاکستان کا سب سے ایماندار شخص،جس نے تھانے،جرائم کا ریکارڈ رکھنے والوں سے بھر دیئے۔(مگر خاموش رہا؟) پاکستان کا سب سے ایماندار شخص،جس کو ایک سیاستدان کی فائل دی گئی،لیکن مالک نے منع کر دیتے۔(مگر خاموش رہا؟)

پاکستان کا اتنا ایماندار شخص کہ اس کے اپنے علاقے میں حنیف عباسی، میٹرو کے ٹھیکیداروں سے مرسڈیز لیتا رہا اور دھڑلے سے نشہ بیچتا رہا،لیکن یہ پاکستان کا سب سے ایماندار شخص ہے۔(مگر خاموش رہا؟) پاکستان کا ایسا ایماندار شخص،جس کے بھرتی کیے ہوئے پولیس والے،پہلے پیسے لیتے ہیں اور پھر سلام کا جواب دیتے ہیں۔(مگر خاموش رہا؟) پاکستان کا سب سے ایماندار شخص،جو ہر دور میں ایک وزارت لے کر سائڈ پہ ہو جاتا،کہ اب ملک

کے ساتھ جو کرنا ہے، کرو۔ (خاموش رہا؟) پاکستان کا سب سے ایماندار شخص، جس کو حالیہ الیکشن میں، 4 میں سے 3 نشستوں پر عبرت ناک شکست ہوئی۔ پاکستان کا سب سے ایماندار شخص، جس کے سامنے شریفوں نے اور زرداریوں نے ملک کی چولیں ہلا دیں لیکن یہ شخص، سب سے ایماندار ہے۔ (مگر خاموش رہا؟) ڈاکٹر عاصم، شرجیل میمن، ایان علی، سانحہ بلدیہ، یہ سب کچھ، پاکستان کے اس سب سے ایماندار شخص کے سامنے ہوئے، لیکن مالکوں نے چپ رہنے کا حکم دیا۔ (مگر خاموش رہا؟) پاکستان کا اتنا ایماندار شخص، جس کے سامنے دو ٹکے کے لوگوں نے فوج کی اور ججوں کی ماں بہن ایک کردی۔ (مگر خاموش رہا؟)

پاکستان کا اتنا ایماندار شخص کہ جسے 'ن' لیگ اور پیپلز پارٹی کے مک مکا کا سارا پتا تھا لیکن اس نے لوگوں کو بدھو بنا کر رکھا۔ (مگر خاموش رہا؟) پاکستان کا اتنا ایماندار شخص، جس کو پتا تھا کہ خورشید شاہ، میٹر ریڈر سے 700 ارب کا مالک کیسے بنا لیکن یہ تو ایماندار تھا۔ (مگر خاموش رہا؟) پھر بھی یہ ہی چوہدری ٹھہرے اور ہم ان کے کمی کمین واہ رہے پٹواریو! اور زرداریو! واہ واہ پاکستان کا مطلب کیا کھاپی تے جان بنا۔

افتراق و انتشار

میریا شالوم اسرائیلی فوج میں ایک خاتون سپاہی ہے۔ ایک دن شام کو اپنے گھر لوٹی اور شراب کی بوتل اُٹھا کر پہلا گلاس بھر لیا.. پھر سوشل میڈیا پر اپنے جعلی اکاونٹ پر جو ''اُم المؤمنین'' کے نام سے عربی زبان میں بنا رکھا تھا، پوسٹ لگائی۔ کیا عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت کے زیادہ حقدار ہیں یا علی بن ابی طالب رضی آللہ تعالیٰ عنہ.... پھر اپنے گلاس سے چند گھونٹ حلق میں اتارے اور بے صبری سے کمنٹس کا انتظار کرنے لگی۔ پہلا کمنٹ عراق سے خضیر نے لکھا۔ یہ عمر ابن خطاب ہے کہ جس نے خلافت کو غصب کیا ہے اور اسکا مستحق نہیں ہے اور تم ناصبی ہو۔

جواب میں سعودی عرب سے عبدالرحمن نے لکھا۔ یقینا عمر ہی اس کا حقدار ہے اور اے عراقی! اے رافضی! اے کافر! تم اہل سنت کے یہودیوں سے بھی بدترین دشمن ہو۔ میریا شالوم مسکرائی اور خوشی سے جھومتے ہوئے شراب کا دوسرا گلاس بھی پی لیا۔ تیسرا کمنٹ عبدالسمیع نامی مصری جوان نے پوسٹ کیا۔ میں چاہتا ہوں کہ اسکا جواب میں دوں۔ ہاں یہ عمر فاتح شیعہ اور فاتح مجوس ہیں۔ یوں ایک دوسرے کو جواب دینے کا سلسلہ شروع ہوا اور شیعہ سنی ایک دوسرے کو گالیاں دینے لگے۔ میریا شالوم نے شراب کی بوتل کا ڈھکن بند کیا اور فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ اپنے بستر پر لیٹ گئی اور چند لمحوں بعد نیند کی پرسکون وادیوں میں جا چکی تھی۔۔۔۔ مگر اس لاحاصل بحث کے نتیجہ میں عراق، مصر اور شام کی پرامن آبادیاں خون کی ندیوں میں ڈوب چکی تھیں۔ (عربی پوسٹ کا ترجمہ)

یہی اس وقت یہاں پاکستان میں چل رہا ہے۔ شعیہ۔ سنی۔ دیوبندی۔ بریلوی۔ وھابی اور ن لیگی جیالا پٹواری، یوتھیا وغیرہ کا کھیل چل رہا ہے۔ پاک اداروں کو بحث لاحاصل کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ ہوشیار رہیں.. لاعلمی میں اور ایک لاحاصل بحث۔۔۔ کہیں ہم پاکستان اور تصورِ اُمّہ کو نقصان تو نہیں پہنچا رہے... ذرا پھر سے سوچیے...!!

میری ماں۔ آفتاب شاہ

جو میری روح کو عشق کا جھولا جھلاتی ہے وہ میری ماں ہے
جو خود روئی بھی ہو تو مجھکو ہنساتی ہے وہ میری ماں ہے
میری ہستی میں جتنا ظرف ہے اس سے ہی ملا مجھکو
سر مجھکو عزت کو جو پکڑاتی ہے وہ میری ماں ہے
میرا بچپن ہے جوانی ہے جو میری ساری حیاتی ہے
جو سانسوں کو میری ہر روز بڑھاتی ہے وہ میری ماں ہے
میں اسکی انگلیوں میں ہاتھوں کو رکھ کے بیٹھا رہتا ہوں
میرا سر رکھ کے گودی میں جو سہلاتی ہے وہ میری ماں ہے
میرے دل میں جو رہتی ہے میری آنکھوں کو پڑھتی ہے
دبا کے سر میرا جو پھر مجھے لوری سناتی ہے وہ میری ماں ہے
میرا بیٹا ہے چندا سا جو کہتی ہے یہ دنیا کو
میری ہستی کو عقلِ جہاں جو پھر بتاتی ہے وہ میری ماں ہے
جو کہتی ہے تیرا بابا بھی بالکل تیرے جیسا تھا
جو میری عادات کو ویسا بناتی ہے وہ میری ماں ہے

افسانہ کرامات

دتے کے گھر کے مالی حالات بہت خراب ہو گئے تھے۔ایک دن تنگ آ کر وہ پنڈ سے چپ چاپ غائب ہو گیا۔پنڈ سے نکل کر وہ ایک مدرسے جا پہنچا۔مدرسے کے مولوی صاحب سے اس نے کہا کہ وہ قرآن پاک حفظ کرنا چاہتا ہے۔انگوٹھا چھاپ دتے نے مولوی صاحب کی کچھ اس طرح منت سماجت کی کہ مولوی صاحب کا دل پسیج گیا۔انہوں نے دتے کو قرآن پاک حفظ کروانا شروع کر دیا۔دن رات محنت کر کے دتے نے ایک سال میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد دتہ اسی طرح خاموشی سے پنڈ واپس آ گیا۔پنڈ کے لوگوں نے نہ اس کے غائب ہونے کا نوٹس لیا تھا اور نہ ہی واپس آنے کا،میرے اور میرے ساتھ والے پنڈ کے لوگ ایسے ہی ہیں۔دتہ سارا دن خاموشی سے پنڈ میں مٹرگشت کرتا رہتا۔چھ ماہ گزرنے کے بعد ایک دن وہ پنڈ کی مسجد کے بلند مینار پر چڑھ گیا۔اس زمانے میں لاؤڈ اسپیکر نہ ہونے کی وجہ سے لوگ مسجد کے مینار پر چڑھ کر اعلان یا اذان دیا کرتے تھے۔دتے نے مینار پر چڑھ کر بلند آواز میں لوگوں کو بتایا کہ پچھلی رات جب میں سو رہا تھا تو خواب میں آ کر ایک فرشتے نے مجھے سینے سے لگایا۔سینے سے لگاتے ہی مجھے قرآن پاک حفظ ہو گیا۔لوگو! یہ بہت بڑی کرامت ہے جو میرے ساتھ ہوگئی ہے۔ان پڑھ دتے کے منہ سے یہ دعوی سن کر پنڈ والے ششدر ہو کر رہ گئے۔

مسجد کے مولوی صاحب بھی اعلان سن کر گھر سے باہر نکل آئے۔پنڈ والے سب کے سب بھی چوہدری سمیت مسجد کے گرد جمع ہو گئے۔پنڈ کا چوہدری حقے کا کش لگا کر بولا اوئے دتے تیرے پاس کیا ثبوت ہے اپنے دعوے کا؟ دتہ بولا چوھدری جی مجھ سے پورا قرآن پاک سن لو۔اس کے ساتھ ہی اس نے بلند آواز میں قرآت شروع کر دی۔پنڈ والے دتے کی قرآن پاک کی روانی دیکھ کر ہکا بکا رہ گئے۔ادھر دتہ آنکھیں بند کیئے تلاوت میں مشغول تھا۔میرے پنڈ کے اور ساتھ والے پنڈ کے لوگ ایسی کرامات دیکھنے کے حد سے زیادہ شائق ہیں۔چٹے انپڑھ دتے کی اس کرامت نے ان کو پاگل سا کر دیا۔تلاوت کے دوران چند جوشیلے دیہاتیوں نے نعرہ تکبیر لگانا شروع کر دیا۔پنڈ کے مرد وزن جوش وخروش سے نعروں کے جواب دینے لگے۔

مولوی صاب کا پورا دھیان دتے کی تلاوت کی طرف تھا وہ دتے کی غلطی پکڑنا چاہتے تھے۔لیکن دتہ کی تلاوت میں ان کو کوئی غلطی نہیں مل رہی تھی۔بالآخر مولوی جی نے اعلان کیا کہ دتہ کی کرامت حق پر مبنی ہے۔مولوی جی کی بات سن کر پنڈ والوں کے جذبات اپنے عروج پر پہنچ گئے۔کچھ تو خوشی سے دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔میرے پنڈ کے اور میرے ساتھ والے پنڈ کے لوگ ایسے ہی خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔کچھ جذباتی ہو کر مینار پر چڑھنے لگے۔انہوں نے اوپر پہنچ کر دتے کے ہاتھ پاؤں چوم کر عقیدت کا اظہار کیا اور اپنے آپ کو ان خوش نصیبوں میں شمار کرنے لگے جنہوں نے سب سے پہلے دتے کے ہاتھ پاؤں چومے تھے۔خیر ان عقیدت مندوں نے آنکھیں بند کر کے تلاوت کرتے ہوئے دتے کو کندھوں پر اٹھا لیا اور بہت احترام سے مینار سے نیچے اتار لائے جبکہ دتہ ہنوز آنکھیں بند کئے تلاوت میں مشغول تھا۔دتے کے مینار سے نیچے اترتے ہی چوھدری نے روتے ہوئے اپنے کھیسے میں سے ہاتھ ڈال کر دس کا نوٹ نکالا اور دتے کے مٹھی میں دے دیا۔باقی گاؤں والے بھی حسب توفیق دتے کی خدمت کرنے لگے۔

دتہ پیر بن چکا تھا۔اس کو کندھے پر اٹھا کر گھر پہنچایا گیا۔نہلا دہلا کر نیا جوڑا پہنایا گیا۔اس کے بعد لنگر کا اہتمام کیا گیا۔وہ دتہ جس کو اپنی دو وقت کی روٹی کے لالے پڑے رہتے تھے اب اس کے لنگر پر غریب آ آ کر اپنا پیٹ بھرنے لگے۔قوالوں نے مستقل دتے کے گھر پر ڈیرے لگا لئے محفل سماع کا اہتمام کیا جانے لگا۔جس میں لوگوں پر حال (وجد) طاری ہوتا۔دتے کو اونچی سی مسند پر بٹھا کر اس کے سامنے قوالیاں کی جاتیں۔کھسرے وغیرہ بھی مجرے پیش کرتے یعنی اس کا گھر پورا پورا دربار بنا دیا گیا تھا۔قصہ مختصر دتے کے مرنے کے بعد باقاعدہ عرس بھی کیا جانے لگا۔ایک بار مدرسے والے مولوی صاحب بھی دربار پر منت مانگنے آئے ان کو بتایا گیا تھا کہ یہ ایک کرنی والے پیر کا دربار ہے جہاں منتیں مانی جاتی ہیں اور ہر کام ہو جاتا ہے۔مولوی کو پیر کی کرامت کے بارے بتایا گیا۔مزار پر لگی فوٹو دیکھ کر بوڑھے مولوی جی کو اپنا شاگرد یاد آ گیا۔ساری کہانی سمجھ کر مولوی نے مریدوں کو اصل کہانی بتانے کی کوشش کی مگر مریدوں نے مولوی کی ٹھکائی شروع کر دی وہ دتہ پیر جی کے خلاف ایک لفظ بھی سننے پر تیار نہ تھے بمشکل مولوی جان بچا کے بھاگے اور پھر دوبارہ دربار کے قریب بھی جانے کی انہوں نے کوشش نہ کی۔

دتہ آج ہمارا سماجی اثاثہ ہے اور دھرتی پر دتہ راج ہے۔

خراشِ قلم

آفتاب شاہ

معاشرے کی تربیت کیسے لوگوں کے رحم وکرم پر ہے

جنسی نا آسودگی

2 مئی 2021ءکل میرے ایک دوست کا چھوٹا بھائی نومی کہانیوں کی کوئی کتاب اُٹھائے میرے پاس آیا اور پوچھنے لگا عمر بھائی جنسی نا آسودگی کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ مَیں نے سوچا کہ اگر اسے بتایا تو یہ مزید وضاحتیں مانگے گا اور بات دور تک نکل جائے گی، اس لئے کہہ دیا کہ جنسی نا آسودگی کا مطلب ہے خواہ مخواہ کا وہم آج خبر ملی ہے کہ بیچارے نومی کی اپنے ابا حضور سے وافر مقدار میں چھترول ہوئی ہے اور انہوں نے کہانیوں کی کتابوں والا تھیلا اُٹھا کر باہر پھینک دیا ہے..جائے وقوعہ پر موجود گواہان کے مطابق نومی صاحب رات کو تھوڑا دیر سے گھر آئے تو انکل نے کہا کہ تم ابھی چھوٹے ہو، جلدی گھر آیا کرو، کسی بُری صحبت میں پڑ جاؤ گے. نومی صاحب نے جواباً دست بستہ عرض کی کہ ابا جان یہ صرف آپکی جنسی نا آسودگی ہے جو آپ ایسا کہہ رہے ہیں، ورنہ انشاء اللہ ایسی کوئی بات نہیں.. انکل نے گڑبڑا کے سامنے بیٹھی آنٹی کو دیکھا اور پھر نومی کو پکڑ کر دے مار ساڑھے چار۔

منٹو بنام طارق جمیل۔ علمائے سُو کے کارنامے

ڈیئر مولانا! امید ہے خیریت سے ہوں گے۔ کافی دنوں سے سوچ رہا تھا خط لکھوں۔ خط لکھنے کی ایک وجہ تو حوروں کا اصرار تھا۔ کئی بار میرے پاس یہ کہنے آئیں کہ ان کی طرف سے آپ کو خط لکھوں۔ بے چاری عربی کے علاوہ کوئی زبان نہیں لکھ سکتیں۔ آپ جس طرح سے ان معصوم سی مخلوقوں کا ذکر کرتے ہیں، یہ شرم سے پانی پانی ہوجاتی ہیں۔ جب سے حوروں والے بیان عالم بالا میں وائرل ہوئے ہیں، فرشتے بھی حوروں کو گھورنے لگے ہیں۔ حوریں اپنی جنسی ہراسگی سے سخت پریشان ہیں۔ میرے خط لکھنے کی وجہ البتہ ایک اور بھی ہے۔ ستر سال سے حکمران طبقوں کی جانب سے مجھے فحش نگار بنا کر پیش کیا جا رہا ہے (انہیں ہر سچی بات یا فحش لگتی ہے یا ملک دشمن)۔ یہ سچ ہے کہ میں نے جنسیات کو آرٹ کے ایک موضوع کے طور پر اردو ادب میں متعارف کرایا لیکن نوائے وقت والوں نے تو ’کھول دو‘ اور ’ٹھنڈا گوشت‘ میں بھی جنسیات ڈھونڈ نکالی۔ اگر آرٹ اجتماعی ریپ پر چیخ اُٹھے تو فحاشی؟ اسی لئے تو ’ٹوبہ ٹیک سنگھ میں‘ میں نے کہا تھا ’’اوپڑ دی گڑ گڑ دی دھیانے دی مونگ دی دال آف دی پاکستان اینڈ ہندوستان آف دی در فٹے منہ‘‘۔ مولانا! آپ لیکن کمال ہیں۔ جو اینگل پورنوگرافی لکھنے والوں نے بھی نہ سوچے ہوں گے، آپ کے پارسا ذہن نے وہ بھی ڈھونڈھ نکالے ہیں اور مجال ہے کبھی نوائے وقت یا اوریا مقبول جان نے آپ پر فحاشی کا الزام لگایا ہو۔ مجھے آپ اس لئے بھی اچھے لگتے ہیں کہ آپ فاحشہ عورتوں سے نفرت نہیں کرتے۔ میری ساری زندگی بھی ان مظلوم عورتوں کے استحصال پر احتجاج کرتے گزر گئی۔ ہمارے بیچ میں ایک بہت بڑا فرق البتہ یہ ہے کہ آپ انہیں گناہوں سے روکنا چاہتے ہیں۔ میرا مسئلہ گناہ کبھی بھی نہیں رہا۔ میرا مسئلہ وہ گھٹیا اور منافق سماج ہے جسے فاحشہ عورتوں کے بازار چلانے پڑتے ہیں۔ میرا مسئلہ وہ شرفا ہیں جو اپنی خفیہ بیوی کے لئے کوٹھی بھی بنواتے ہیں اور حرام کے پیسے سے مسجد بھی تعمیر کرواتے ہیں۔ اور تبلیغی جماعت کو چندہ بھی دیتے ہیں ایک بات تو پوچھنا بھول ہی گیا: کافروں نے اگر کرونا کی ویکسین تیار کر لی تو کیا آپ ویکسین لیں گے یا توبہ استغفار پر ہی قناعت جاری رکیں گے؟

(فقط سعادت حسن منٹو مرحوم کا پی منقول)

جنت کے انگور

مولانا طارق جمیل صاحب جنت کے انگور کے گچھے کا سائز بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں اگر کوا ایک ماہ تک بغیر رکے اُڑتا رہے تو جتنا فاصلہ طے کرے گا اتنا بڑا جنت کے انگور کے گچھے کا سائز ہوگا۔ تجسس ہوا کہ معلوم کیا جائے آخر یہ کتنا بڑا ہوگا؟ تو پتہ چلا کوا ایک سو کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے اُڑ سکتا ہے، اگر ایک ماہ تک مسلسل اڑتا رہے تو 72 ہزار کلومیٹر کا فاصلہ طے کرے گا۔ جبکہ زمین کے کرہ کا سائز 40 ہزار کلومیٹر ہے۔ مطلب اس زمین کے سائز کے تقریباً دوگنا سائز کا جنت میں انگور کا گچھا ہوگا۔ سمجھ نہیں آیا ایک چھ فٹ کا مومن اتنا بڑا انگور کھائے گا کیسے اور اسے کتنے سال لگیں گے؟ اور اگر غلطی سے کوئی انگور مومن کے اوپر گر گیا تو مومن کا کیا بنے گا؟ اور اگر انگور اتنا بڑا ہوگا تو پھر تربوز کتنا بڑا ہوگا۔

مشابہت

منٹو لکھتا ھے کہ میں شدید گرمی کے مہینے میں ھیرا منڈی چلا گیا۔جس گھر میں گیا تھا وھاں کی نائکہ 2 عدد ونڈو ائیر کنڈیشنڈ چلا کر اپنے اوپر رضائی اوڑھ کر سردی سے کپکپا رہی تھی۔ میں نے کہا کہ میڈم دو A/C چل رہے ہیں آپکو سردی بھی لگ رہی ہے آپ ایک بند کر دیں تا کہ آپکا بل بھی کم آئے گا،تو وہ مسکرا کر بولی کہ،اساں کیہڑا اے بل اپنی جیب وچوں دینا اے۔منٹو کہتے کہ کافی سال گزر گئے اور مجھے گوجرانوالہ اسسٹنٹ کمشنر کے پاس کسی کام کے لیے جانا پڑ گیا۔شدید گرمی کا موسم تھا،صاحب جی شدید گرمی میں بھی پینٹ کوٹ پہنے بیٹھے ہوئے تھے اور 2 ونڈو ائیر کنڈیشنر فل آب تاب کے ساتھ چل رہے تھے اور صاحب کو سردی بھی محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے کہا کہ جناب ایک A/C بند کر دیں تا کہ بل کم آئے گا تو صاب بہادر بولے،اساں کیہڑا اے بل اپنی جیب وچوں دینا اے۔منٹو کہتا کہ میرا ذہن فوراً وہیں کنجر محلہ کی طرف چلا گیا کہ دونوں کے مکالمے ایک ہی جیسے تھے،ان دونوں کی سوچ اور الفاظ ایک جیسے تھے،تب میں پورا معاملہ سمجھ گیا۔

مہربانی

آج میں بینک کے باہر قطار میں کھڑا تھا تو مجھ سے آگے کھڑے شخص کی کوئی عزیزہ ماسک لگائے بغیر بینک میں داخل ہونے لگی تو سکیورٹی گارڈ نے اسے روک دیا اس شخص نے،جو مجھ سے آگے کھڑا تھا،اپنا ماسک اتار کے اس عورت کو دیا اور وہ اسے لگائے بینک میں چلی گئی۔عورت نے باہر نکلنے پر ماسک واپس کیا تو اس شخص نے دوبارہ اپنے منہ پہ لگا لیا۔ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ ایک آدمی اندر جانے لگا تو اس کے پاس بھی ماسک نہیں تھا میرے آگے کھڑے شخص نے پھر وہی ماسک اتار کر اس آدمی کو دے دیا۔باہر نکلنے پر اس آدمی نے شکریہ کے ساتھ ماسک واپس کیا تو اس شخص نے وہی ماسک دوبارہ اپنے منہ پہ لگالیا وباکے ان مشکل حالات میں محبت اور ایثار کا یہ جذبہ دیکھ کر میری تو آنکھیں نم ہوگئیں

وزیراعظم کا دورہ

جب وزیراعظم نے گوشت مارکیٹ کا دورہ کیا انتہائی صاف وشفاف مارکیٹ میں چہل قدمی کرتے ہوئے وزیراعظم ایک قصائی کے پاس جا کر کھڑے ہوئے اور ان سے بات چیت کے بعد ان کے پاس موجود صاف و شفاف گوشت دیکھ کر تعریف کی اور پوچھا گوشت تو خوب بکتا ہوگا؟

قصائی: گوشت تو واقعی اچھا ہے لیکن آج ابھی تک صبح سے ایک کلو بھی فروخت نہیں ہوا۔

وزیراعظم: فروخت نہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟

قصائی: کیونکہ آپ کے آنے کے سبب خریداروں کو مارکیٹ آنے ہی نہیں دیا گیا۔

وزیراعظم: اوہو پھر تو میں چار کلو خرید لوں گا۔

قصائی: میں آپ کو گوشت نہیں دے سکتا۔

وزیراعظم: کیوں؟

قصائی: کیونکہ آپ کی حفاظت کے لئے ہم سے چھریاں لے لی گئی ہیں۔

وزیراعظم: تو تم بغیر کاٹے بھی مجھے دے سکتے ہو۔قصائی: نہیں میں نہیں دے سکتا۔

وزیراعظم: کیوں؟ قصائی: کیونکہ میں سیکیورٹی ادارے کا آفیسر ہوں، قصائی نہیں۔

وزیراعظم (غصے سے): جاؤ فوری طور پر اپنے سینئر آفیسر کو بلا کر لاؤ۔

قصائی: سوری سر ایسا نہیں ہوسکتا۔وزیراعظم: کیوں؟ قصائی: کیونکہ سامنے والی دوکان پر وہ مچھلی فروش بن کر کھڑے ہیں...!

سب سے سستی چیز عزت ہے

ملکِ عزیز میں سی ایس ایس کرنا ایک خواب کی مانند ہے۔یہ مقابلے کا وہ امتحان ہے جس میں ہر سال کچھ لوگ ہی پاس ہوتے ہیں جبکہ امتحان دینے والے ہزاروں کی تعداد میں ہوتے ہیں۔یہ لوگ صرف خوش قسمت نہیں ہوتے بلکہ ذہین،حاضر دماغ،فیصلہ کی قوت سے مالا مال،روشن خیال،ملک سے محبت کرنے والے،انتہائی پڑھے لکھے،معلومات سے اَٹے ہوئے اور جوانی کے جذبات سے سے ملک کی تقدیر بدل دینے کا فلسفہ لیکر عملی میدان میں آتے ہیں۔لیکن ٹھیک دو تین سال بعد یہ سی ایس ایس آفسران نمک کی کان میں نمک بن جاتے ہیں کیونکہ سسٹم کو بدلنے والوں پر وہ لوگ مسلط ہوتے ہیں جو مفاد پرست،تنگ ذہن کے مالک،کم پڑھے لکھے،محدود سوچ کے مالک،متکبر،بیوروکریسی کو غلام سمجھنے والے،کسی خاص جماعت سے

جستہ جستہ

عطاء القادر طاہر

منسلک، پاکستانیت سے کوسوں دور اور حاکمانہ اختیار کا بے جا استعمال کرنے والے ہوتے ہیں پھر کہا جاتا ہے کہ یہ ملک ٹھیک نہیں ہو رہا جب ایک انتہائی بہترین آفیسر یا سرکاری ملازم کو دودھ کی مکھی سمجھا جائے تو معاشرے میں اگر ارسطو بھی پیدا ہو جائے تو بہت جلد وہ بھی اُکتا کر وہی کام شروع کر دے گا جو باقی معاشرے کا چلن ہے۔ جس ملک میں سوچ اور حقیقی سیاست کا فقدان ہو وہاں پر آفسران کی سرِ بازار عزت ہی اُتاری جاتی ہے کیونکہ اس ملک میں سب سے سستی چیز وہ عزت ہے جس کے لیے عزت دار مر جاتا ہے اور بیغیرت اپنی زبان سے اس پر گھاؤ لگاتا ہے۔

سقوطِ بغداد

عباسیہ حکومت کے آخری دور میں ایک وقت وہ آیا جب مسلمانوں کے دارالخلافہ بغداد میں ہر دوسرے دن کسی نہ کسی دینی مسئلہ پر مناظرہ ہونے لگا۔ جلد ہی وہ وقت بھی آ گیا جب ایک ساتھ ایک ہی دن بغداد کے الگ الگ چوراہوں پر الگ الگ مناظرے ہو رہے تھے۔ پہلا مناظرہ اس بات پر تھا کہ ایک وقت میں سوئی کی نوک پر کتنے فرشتے بیٹھ سکتے ہیں؟ دوسرا مناظرہ اس اہم موضوع پر تھا کہ کوا حلال ہے یا حرام؟ تیسرے مناظرے میں یہ تکرار چل رہی تھی کہ مسواک کا شرعی سائز کتنا ہونا چاہیے؟ ایک گروہ کا کہنا تھا کہ ایک بالشت سے کم نہیں ہونا چاہیے اور دوسرے گروہ کا یہ ماننا تھا کہ ایک بالشت سے چھوٹی مسواک بھی جائز ہے... ابھی یہ مناظرے چل رہے تھے کہ ہلاکو خان کی قیادت میں تاتاری فوج بغداد کی گلیوں میں داخل ہو گئی اور سب کچھ تہس نہس کر گئی... مسواک کی حرمت بچانے والے لوگ خود ہی بوٹی بوٹی ہو گئے... سوئی کی نوک پر فرشتے گننے والوں کی کھوپڑیوں کے مینار بن گئے، جنہیں گننا بھی ممکن نہ تھا... کوے کے گوشت پر بحث کرنے والوں کے مردہ جسم کوے نوچ نوچ کر کھا رہے تھے۔ آج ہلاکو خان کو بغداد تباہ کیئے سینکڑوں برس ہو گئے مگر قسم لے لیجئے جو مسلمانوں نے تاریخ سے رتی برابر بھی سبق لیا ہو... آج ہم مسلمان پھر ویسے ہی مناظرے سوشل میڈیا پر یا اپنی محفلوں، جلسوں اور مسجدوں کے ممبر سے کر رہے ہیں کہ ڈاڑھی کی لمبائی کتنی ہونی چاہیے یا پھر پاجامہ کی لمبائی ٹخنے سے کتنی نیچے یا کتنی اوپر شرعی اعتبار سے ہونی چاہیئے۔۔۔ مردہ سن سکتا ہے یا مردہ نہیں سنتا، امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا جائز ہے کہ نہیں، قوالی اور مشاعرے کرنا ہمارے مذہبی فرائض میں شامل ہونے لگے۔ فرقے اور مسلک کے ہمارے جھنڈا بردار صرف اور صرف اپنے اپنے فرقوں کو جنت میں لے جانے کا دعویٰ کر رہے ہیں اور دورِ حاضر کا ہلاکو خان ایک ایک کر کے مسلم ملکوں کو نیست و نابود کرتا ہوا آگے بڑھ رہا ہے۔ افغانستان، لیبیا، عراق کے بعد شامی بچوں کی کٹی پھٹی لاشوں کی گنتی کرنے والا کوئی نہیں ہے، بے گناہوں کی کھوپڑیوں کے مینار پھر بنائے جا رہے ہیں۔ فلسطین اور کشمیر کی حالتِ زار ایسی ہے کہ زار و قطار رو کر بھی دل ہلکا نہیں ہوتا۔ آدم علیہ السلام کی نسل کے نوجوانوں، بوڑھے اور بزرگوں کی لاشوں کو کوے نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں اور حوا کی بیٹیاں اپنی عصمت چھپانے امت کی چادر کا کونہ تلاش کر رہی ہیں... جی ہاں... اور ہم خاموشی سے اپنی باری آنے کا انتظار کر رہے ہیں، اگر ہم انہی بے معنی باتوں میں اُلجھے رہے تو دشمن نے یہ نہیں دیکھنا کہ کس کی داڑھی چھوٹی ہے اور کس کا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے ہے، جنگ میں دشمن کی گولی شیعہ سنی دیوبندی اہلحدیث حیاتی مماتی کا فرق نہیں کرتی...! خدارا سوچئے۔ اب بھی وقت ہے ایک ہونے کا۔ اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کیلئے اپنی رائے قربان کرنے کا۔

ایک سوال۔ آپ کوئی بھی ملی نغمہ دیکھ لیں

ہر ملی نغمہ میں آپکو فوج کے ٹینک، لڑاکا طیارے، بحری آب دوز اور بس بمباری ہی بمباری نظر آئے گی، جبکہ میڈیکل سائنس میں کارنامے، کسی نئے ڈیزائن کی کار یا ٹرک کا تعارف یا کسی بھی قسم کی ترقی کی جانب بڑھتا ہوا قدم آپکو کسی ملی نغمہ میں نظر نہیں آئے گا، بلکہ ٹھاہ ٹھاہ، جنگ کا منظر اور طیارے ہی آگے پیچھے دوڑتے اور مختلف کرتب کرتے دیکھائی دیں گے، آخر وجہ کیا ہے۔ وجہ صرف ایک ہی ہے کہ عوام کا دماغ جنگجو بناؤ، مذہب کے نام پر جہاد ان کے دماغوں میں ٹھونس دو اور ایسا دماغ بنا دو کہ ہر جانب نعرہ تکبیر کے بعد پاک فوج زندہ باد کے نعرے ہوں اور فوج ریٹائرڈ منٹ کے بعد بھی ملک کو کھلا لوٹ سکے، اگر عوام کو سائنس و ٹیکنالوجی کی جانب لگا دیا تو پھر عوام میں شعور آئے گا اور عوام پھر فوج سے ہر سال بجٹ کا حساب بھی مانگا کرے گی جبکہ ہماری خاص کرُضیائی فوج' جس نے اسلامی دہشت گردوں کی بنیاد رکھی تھی کبھی بھی حساب دینے کی قائل نہیں رہی، صرف پاکستانی نہیں بلکہ انڈین

فوج اور وہاں کی جمہوریت کا بھی یہی حال ہے۔
''جیو آج سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کے ساتھ باشعور ہو کر''
کمال ابن کمال۔ جواب۔ ہاہا۔ بلکل سچ ہے۔ کیوں کہ بھارت سے نفرت کر کہ کتنے کا کام چل جاتا ہے۔ اک لمحے کے لئے سوچیں جب سے یہ ملک بنا ہے سوائے جنگ وجدل کی تعلیم وتربیت کے سوا کیا پڑھایا جاتا ہے؟ پچھلے ستر سال سے اسلام اس ملک میں ھی خطرے میں کیوں ہے؟ کیا مذھب کے نام پر جلاو گھیراؤ اور قتل غارت ہی اسلام کی خدمت ہے؟ سوچو اگر امن ہو خوشحالی ہو اور فوج کا جرنل ایک عام سے بنک منیجر کی طرح ہو تو کون اپنے ا پکو خطرے میں ڈال کر فوج میں جائیے گا؟ جب تمام اداروں میں کام کی عزت ہوگی تو لوگ وہاں جائیں گے، سوچیئے ہم دنگ ٹپاؤ قوم بہت بڑے جگاڑی ھیں ہر مسلئے کا حل نکال لیتے ہیں ستر سال سے ایک دوسرے کو جوتے کیوں مار رہے ہیں؟ سوال تو بنتا ہے۔

آفتاب شاہ

کسی بھی ملک کو دو چار دنوں میں ٹھیک نہیں کیا جا سکتا نہ ہی کسی بھی ملک کی سمت کو یکدم بدلا جا سکتا ہے۔ عوام کی سطح پر سیاسی راہنما اصل میں ایک ایسا پروپیگنڈہ کرتے ہیں جس سے یوں گماں گزرتا ہے کہ رات سے دن نہیں طلوع ہوگا اور حالات بدل جائیں گے۔ کیونکہ اکثر لیڈران ایک مخصوص سوچ اور ایجنڈے کے تحت تخت پر براجمان ہوتے ہیں تو کام اور عمل کے وقت انہیں احساس ہوتا ہے کہ نعروں اور انقلاب کے دعووں سے کوئی ملک بھی درست نہیں ہوسکتا۔ کسی بھی سیاسی جماعت کو سب سے پہلے تربیت پہ توجہ دینی چاہیئے۔ اخلاقیات اور معاشرت کے قوانین گھر سے شروع کرنے چاہیے جبکہ تک حکمران دوسروں کو غلط اور خود کو درست سمجھتے رہیں گے تب تک عوام کا جنازہ روزانہ سڑکوں پر خوار ہوگا۔

الیاس اسد

پیارے دوست! آج کی اس دمکتی مہکتی رنگوں بھری روشن صبح کے اُبھرتے سورج کی ہر کرن آپ کو سلام پیش کرتی ہے۔ خواہش رکھتا ہوں کہ اُبھرتے سورج کی قوت کی مانند روشن خیال، وسعت نظر اور خرد افروز قوت بخش زندگی کی نوید دیں آئندہ نسلوں کے روشن مستقبل کی ضمانت دیں تا کہ اجتماعی سوچ کو انفرادی سوچ پر فوقیت دے سکیں۔ یقیناً آپ مطالعہ تو فرماتے ہی ہوں گئے آئندہ نسلوں کا قرض ہے اور آپ کے فرق ھے کہ کتاب دوست بنائیں آئندہ نسلوں کے لئے علم وادب، فہم وفراست، ترتیب وترکیب، تجسّس وجستجو، صدق وصفا، ریاضت ووجدان، شعور وآگہی اور تہذیب وتمدن کے لئے انفرادی سوچ کو اجتماعی سوچ میں تبدیل کریں۔ یونہی مانند پھول مہکتے اور مہکاتے رھیں بالکل اسی طرح جیسے اکیلا گلاب خوشبو کا ایک ہجوم اپنے ساتھ رکھتا ھے اور خوشبو فضا میں گھل گھل کر بنی نوع انسان کے ذہن وقلب کو بالکل اسی طرح معطر ومطہر فرماتی ہیں جیسے آپ کے کردار کی شفافیت اور عطر آگیں خاصیت آپ کے لئے راحت جاں کا باعث بنتی ہے۔ آئیں تمام روشنیوں کو مجتمع کر کے دنیا بھر سے جہالت کے اندھیرے ختم کر دیں۔ میرے دوست اپنا خیال رکھئے گا، اپنے اردگرد کا بہت خیال رکھئے گا اور بچوں کو بے حد احترام دیجئے گا۔ آج کی اس صبح کا آغاز اس عہد کے ساتھ کریں کہ انسان دوست، کتاب دوست جس سے روشن صبح بنائیں گئے۔

لطائف

۞ جج نے مصری صدر انور سادات کے قاتل سے پوچھا:
تو نے سادات کو کیوں قتل کیا؟ قاتل: کیونکہ وہ سیکولر تھا۔
جج: یہ سیکولر کیا ہوتا ہے؟ قاتل: مجھے نہیں پتہ۔
مشہور مصری ادیب نجیب محفوظ پر قاتلانہ حملہ کرنے والے
۞ ملزم سے جج نے پوچھا: تو نے نجیب کو کیوں چھرا گھونپا؟
مجرم: کیونکہ وہ ایک دہشت گرد ہے۔ اور اس نے دہشت گردی کو شہ دینے والی کتاب ''روایۃ اولا دحارتنا'' لکھی ہے۔
جج: کیا تو نے ''روایۃ اولا دحارتنا'' پڑھی ہے؟ مجرم: نہیں۔
۞ جج نے مشہور کاتب فرج فودۃ کو مارنے والے
مجرم سے پوچھا: تو نے فرج کو کیوں قتل کیا: قاتل: کیونکہ وہ کافر تھا۔
جج: تجھے کیسے پتہ چلا کہ وہ کافر تھا؟ قاتل: اس کی کتابوں سے۔
جج: تجھے اس کی کونسی کتاب سے پتہ چلا کہ وہ کافر تھا۔
قاتل: میں اس کی کتابیں نہیں پڑھتا۔
جج: تم اس کی کتابیں کیوں نہیں پڑھتے؟
قاتل: کیونکہ میں لکھنا پڑھنا نہیں جانتا۔
مُعاشرہ اسی طرح جہالت کی قیمت ادا کرتا رہے گا۔

نجات المومنین

ایک دفعہ عبدالمجید سالک کسی کام کے سلسلے میں حکیم فقیر محمد چشتی صاحب کے مطب پر گئے۔ وہاں مشہور طوائف نجو بھی دوا لینے آئی تھی۔ کھلا ہوا چمپئی رنگ، سر پر ایک سفید ریشمی دوپٹہ جس کے کنارے چوڑا انقرئی لپہ لگا ہوا تھا سالک جو پہنچے تو حکیم صاحب نے اس سے کہا: "یہ تمہارے شہر کے بہت بڑے شاعر اور ادیب سالک صاحب ہیں۔ آداب بجا لاؤ۔" وہ سروقد اُٹھ کھڑی ہوئی اور جھک کر آداب بجا لائی۔ پھر سالک سے کہا: "یہ لاہور کی مشہور طوائف نجو ہیں۔ آپ اس کوچے سے نابلد سہی لیکن نام تو سنا ہوگا۔" سالک نے کہا: "جی ہاں! نام تو سنا ہے لیکن نجو کیا نام ہوا؟" حکیم صاحب فرمانے لگے: "لوگ نجو نجو کہہ کے پکارتے ہیں۔ پورا نام تو نجات المومنین ہے۔"

(اندھیر نگری - از سعادت حسن منٹو)

ظفر عباس کا بیان - ابن لطیف

کرونا نے پچھلے سال سے دنیا میں جو کھلبلی مچا رکھی ہے اس سے پوری دنیا کے لوگ پریشان حال ہیں...لوگوں کی معمول کی سرگرمیاں بالکل بدل گی ہیں...کرونا نے دنیا بھر میں تہلکہ مچا دیا ہے...کرونا نے لاکھوں لوگوں کو لقمہ اجل بنا دیا ہے اور کروڑوں لوگ اپنی روزی سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں...کرونا کی وجہ سے دنیا کے سب ہی ملکوں کی معیشت پر بہت ہی بڑا بوجھ آ گیا ہے...ہمیں یہ ماننا پڑیگا کہ یہ تمام فعل قدرت کی طرف سے ہیں...ان تمام باتوں سے کم از کم یہ تو ثابت ہوا ہے کہ قدرت کے سامنے انسان اور بڑی سے بڑی طاقت بالکل لاچار ہیں...اس ضمن میں کورونا سے انسانوں نے یہ تو سیکھ ہی لیا ہے کہ جان ہے تو جہاں ہے۔ یعنی سب سے پہلے جان ہے اور جان کی تندرستی کے لئے انسان کو ان تمام باتوں کی پابندی کرنی ہے جو آجکل ہر فرد کرونا کی وجہ سے کر رہا ہے۔

دوسری اہم بات جو کرونا نے انسانوں کو سکھائی ہے وہ ہے نظم وضبط ...یہاں تک کہ مسجدوں میں بھی سخت قوانین نافظ ہوے ہیں اور نظم وضبط کو بہت ہی اہمیت دی جاتی ہے...شمالی امریکا کی زیادہ تر مسجدوں میں تو یہ قانون ہے کہ پہلے اپنے آپ کو رجسٹرڈ کراؤ پھر مسجد میں داخلہ ملے گا۔

اسی طرح پچھلے سال کے حج اور اس سال کے آنے والے حج میں بھی بہت ہی نظم وضبط کے ساتھ قوانین کا نفاظ ہوا ہے اور آزمین حج پر ان قوانین کا اطلاق بہت ہی ضروری بنایا گیا ہے...مذہبی فرایض کی ادا ئگی کے لحاظ سے کرونا کی وجہ سے مسلمانوں نے وہ جزبہ کھو دیا جو سال کے مہینے کے بعد رمضان کے مبارک مہینے میں اپنا ایمان تازہ کرتے تھے یعنی تراوٰح کی اضافی بندگی مسجد میں ادا کرتے تھے اور مسجد میں اعتکاف بھی کرتے تھے ... کینیڈا میں کورونا کی وجہ سے مسجدوں میں نمازیوں کی حاضری مسجد کی گنجایش کی صرف فی صد مقرّر کی گی ہے جو ماہ رمضان کے لئے بھی برقرار ہے... اس وجہ سے کینیڈا میں اکثر مسلمان ان برکتوں سے محروم ہو گئے ہیں...اس کے علاوہ شادی بیاہ، میّت کی تدفین اور دوسری سماجی اور کمیونٹی تقاریب میں بھی حکومت کے قوانین کی پابندی لازمی ہوگئی ہے اور ایسی تقاریب میں بہت ہی تھوڑے افراد کو شامل ہونے کی اجازت ہے۔ تبلیغی اجتماعات عید میلاد کے جلسے نعت کی محفلیں، محرّم کی مجالیس وغیرہ بھی کورونا کی وجیہ سے معطل کر دی گئی ہیں...

مسجد میں سب مسلمان امیر وغریب سب برابر ہیں اس سلسلہ کا علامہ اقبال کا یکجہتی والا پیغام بھی کورونا کی وجہ سے بلکل بدل گیا ہے...مسجد کے بارے میں علامہ اقبال نے فرمایا تھا۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

علامہ اقبال کا یہ شعر کورونا کی وجیہ سے مسجد کے منظر کے حوالے سے اس طرح بدل گیا ہے۔

ایک دوسرے سے دور کھڑے ہو گے محمود و ایاز
بندہ الگ کھڑا ہے اور دور کھڑا ہے بندہ نواز

کورونا کی وجہ سے پاکستان میں بھی ماہ مبارک رمضان میں مساجد کے لئے قوانین نافذ کردیے گئے ہیں جن میں بچوں کا اور بزرگوں کا داخلہ ممنوع ہوگا۔ وضو گھر سے کر کے مسجد میں آنا ہوگا۔ مسجد میں افطار اور سحری ممنوع ہوگی۔ مسجد میں قالین کا استعمال بھی ممنوع ہوگا وغیرہ۔

کورونا کی وجہ سے بہت کچھ کھونا بھی پڑا ہے...سب سے اہم تو انسانوں کی جانیں ہیں اور اس کے بعد ملازمت پیشہ افراد اور روزانہ کی اجرت پر کام کرنے والے مزدوروں کی روزی پر بہت ہی بڑا اثر ہوا ہے... تاجیر طبقہ اور خاص چھوٹے تاجیروں کو بھی بہت ہی اثر ہوا ہے...ملکوں کی معیشت پر بھی بہت بڑا اثر ہوا ہے...کورونا سے انسان نے کیا پایا ہے؟ اس کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ انسان نے انسانی جان کی قیمت جان لینے

کے علاوہ نظم وضبط بھی اپنالی ہے اور سب سے بڑی تبدیلی انسان میں یہ آئی ہے کہ وہ کرونا کی وجہ سے اپنے خالق کی طرف رجوع ہو گیا ہے اور تمام انسانوں کی خیریت کے لئے دعا کر رہا ہے...ماہ مبارک رمضان الکریم کے حوالے سے بہت سے مسلمانوں کے لئے یہ بھی اچھی خبر ہوگی کہ شمالی امریکہ میں ماہ مبارک میں اور خاص آخری عشرے کی تاک راتوں میں رمضان بازار کے نام سے جو بازار لگتے ہیں وہ بازار پچھلے سال نہیں لگے اور اس سال بھی نہیں لگیں گے...اس رمضان بازار میں خرید وفروخت کے علاوہ ہلہ گلہ فیشن شو اور موسیقی کا بھی بازار لگتا ہے...ایک طرف مسجد سے آو نماز کی طرف اور آو کامیابی کی طرف کی صدا بلند ہوتی ہے عین اسی وقت ان بازاروں کے فیشن شو میں پایل کی جھنکار اور گھنگھرو کی آواز کے ساتھ قوم کی بیٹیاں لوگوں کے سامنے جلوہ گیر ہوتی ہیں...کم از کم پچھلے سال اور اس سال کرونا کی وجہ سے یہ ڈرامے بند ہو گئے ہیں...انسان کی زندگی میں جو اچھے اور برے واقعات پیش آتے ہیں ان واقعات سے انسان کو کچھ نہ کچھ ضرور سیکھنے کو ملتا ہے...اسی طرح کرونا سے انسانوں کو اور دنیا کی حکومتوں کو جو نقصان ہوا ہے اسے قدرت کی طرف سے ایک وارننگ اور آزمایش کہا جا سکتا ہے اور انسان کے لئے کچھ اچھا سیکھنے کا ذریعہ بھی...اللہ سے دعا ہے کہ اللہ اپنے بندوں کو اس آزمایش سے باہر نکالے اور دنیا کا معمول پہلے جیسا کر کے انسانوں کو شکریہ کا موقع دے۔آمین۔

کمال کا تجزیہ ہے۔ رجل خوشاب

پاکستانی ایک عمدہ قوم ہے۔!!

اگست آئے تو سچے پاکستانی۔

رمضان آئے تو پکے مسلمان۔

جنگ لگے تو سب فوجی۔

کھیل کا میدان لگے تو سب کھلاڑی۔

الیکشن ہوں تو سب سیاستدان۔

احتساب شروع ہو تو سب کا نام نیب زدہ۔

بجٹ آئے تو سب اکانومسٹ۔

خبر آئے تو سب تجزیہ نگار۔کسی بیمار کو ملیں تو سب ڈاکٹر۔

ڈاکٹر کو ملیں تو سب مریض۔

کوئی شرعی مسئلہ پیش آئے تو سب مفتی۔

کوئی متنازعہ مسئلہ پیش آئے تو سب وکیل۔

شادی اور پروگرام کے موقع پر سب فنکار۔

فضول رسم ورواج کیموقع پر سب مالدار۔

اور بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام آئے تو سب زکوٰۃ کے مستحق۔

اس قوم کی صلاحیت پانی جیسی ہے جس برتن میں ڈالو اسی کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔الغرض لامحدود تجربات سے لبریز قوم۔ عالمی طاقتیں بھی پریشان ہیں اس قوم کی صلاحیتوں سے۔ ***

اس قوم کا باوا آدم ہی نرالا ہے

ہم نے فرانسیسی سفیر کو نکالنے کے لئے اپنے گھر کو آگ لگا دی،سعودی عرب نے فرانسیسیوں کو گلے لگا لیا۔ہم مذہب کا نام لے کر بھارت کو تباہ کرنے کے لئے ستر سال سے گھاس کھا رہے ہیں،مسلم دنیا ایران،افغانستان اور سعودی عرب سمیت بھارت کے دوست ہیں،ہم خود کو کعبے کے اور ہندوستانیوں کو صنم خانے کا پاسبان کہتے رہے،سعودی عرب میں کعبے کے عین پڑوس میں عرب بچے سکولوں میں ہندوستان کے مذاہب کا احترام سے مطالعہ کر رہے ہیں۔ہم یہاں ملاؤں کی مالا پھیرتے ہیں،بنگلا دیش نے انہیں ان کی حد میں رکھا ہوا ہے۔اسی طرح باقی نام نہاد اسلامی دنیا میں مذہب کے نام پر کچھ ایسا نہیں ہو رہا جو یہاں ہو رہا ہے۔مذہب مسجد اور گھر تک محدود ہے،یہ باقی ممالک کے بین الاقوامی تعلقات پر ہرگز اثر انداز نہیں ہو رہا اور دوسری طرف ہم ہیں،ہم اوچھوں نے مذہب کو لے کر پوری دنیا سے بگاڑ رکھی ہے۔پوری دنیا میں جہاں بھی مذہبی بنیادوں پر دہشت گردی کا واقعہ ہوتا ہے،ہمارے ہی ملک کا کوئی بندہ پکڑا جاتا ہے۔اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ مسئلہ اسلام یا مسلمان کا نہیں،مسئلہ پاکستانی اسلام اور پاکستانی مسلمان کا ہے کیونکہ پاکستانی اسلام اور پاکستانی مسلمان دنیا بھر کے اسلام اور مسلمان سے الگ اور کچھ وکھری ٹائپ کا ہے۔ایسے میں جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم دنیا بھر کے مسلمانوں کے برعکس زمین پر واحد لوگ بچے ہیں جو اسلام پر عمل پیرا ہیں تو اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ دنیا کو پتہ چل گیا ہے کہ تاریخ مذہبی بنیادوں پر تقسیم دنیا سے بہت آگے نکل آئی ہے۔اتنی آگے کہ اب آپ ڈیڑھ انچ کی مسجد بنا کر نہیں بیٹھ سکتے۔آپ کی موج سمندر کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مجھے تو یوں لگتا ہے کہ اگر پاکستان میں اسی طرز کے اسلام کا فروغ رہا اور اسی طرح کے مسلمان پیدا کئے جاتے رہے تو ایک روز اسلامی ممالک اور دنیا بھر کے مسلمان اعلان کر دیں گے کہ پاکستانی اسلام کو اسلام اور پاکستانی مسلمان کو مسلمان نہ سمجھا جائے۔ان لوگوں کا اسلام اور مسلمانیت سے کوئی تعلق نہیں،یہ تو کون؟ میں خواہ مخواہ قسم کے پاگل لوگ ہیں۔

تاریخی واقعات کا مرکز
بیت المقدس

شہزادہ مبشر۔گلاسگو سکاٹ لینڈ

بیت المقدس کی تاریخ جاننے کیلئے ہر ذی علم دوست کو ایک پیاس سی لگی رہتی ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ یہ مقام محل انبیاء مہبط وحی رہا ہے۔تو پھر آیئے تاریخ کے آئینہ میں ہی اس کو دیکھتے ہیں۔لکھا ہے۔

''بیت المقدس کسی خاص عمارت کا نام نہیں بلکہ شہر کا نام ہے۔لیکن یہاں زیادہ تر ''قدس'' رہتے ہیں ۔ یہ متبرک شہر اگر چہ حضرت داؤد سلیمان کے انتساب سے شہرت رکھتا ہے اور گویا اس کے وجود کی تاریخ انہی انبیاء کے عہد سے شروع ہوتی ہے لیکن درحقیقت وہ اس عہد سے بہت پہلے موجود تھا۔ حضرت عیسٰی سے 148 برس پہلے حضرت داؤد نے اس کو مدسیون (ایک قوم کا نام ہے۔ناقل) سے چھینا اور اپنا پایۂ تخت قرار دیا ہے۔شروع اسلام میں مسلمانوں کا قبلہ تھا اور عیسائیوں کا آج بھی ہے۔''

(بحوالہ کتاب سفرنامہ روم ومصروشام مؤلف مولانا شبلی نعمانی صفحہ 171)

ایک اور مورخ اسلام لکھتے ہیں:

''بیت المقدس یا ''القدس'' جسے مغربی اقوام ''جروشلم'' یا ''یروشلم'' کہتی ہیں۔کسی خاص عمارت کا نام نہیں بلکہ شہر کا نام ہے جس کی نسبت مشہور ہے کہ اس کا سنگ بنیاد حضرت داؤد نے رکھا تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت موصوف کی ولادت باسعادت سے پانچ سو سال قبل یہ مقدس شہر عالم وجود میں تھا اس وقت اس کا نام ''ایروشلم'' یعنی ''سلامتی کا گھر'' تھا۔البتہ یہ روایت صحیح ہے اور حضرت داؤد نے اُسے ''یبوسی'' نام ایک کافر قوم سے چھین کر از سر نو آباد کرنا چاہا لیکن اس اثنا میں آپ فوت ہو گئے ۔ آپ کے بعد حضرت سلیمان نے اسے خوب وسعت بخشی اور ترقی کے اعلیٰ معراج تک پہنچا دیا۔ لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس متبرک شہر کے وجود کی باقاعدہ تاریخ ان دو انبیاء کرام کے عہد سے شروع ہوتی ہے۔''

بحوالہ کتاب جدید سفرنامہ فلسطین شام ومصر مولفہ محمد وارث علی وارث کا بیان ہے کہ حضرت داؤد نے شہر بیت المقدس کو ''یبوسی'' نام ایک کافر سے چھین کر از سر نو آباد کرنا چاہا لیکن اسی اثنا میں آپ فوت ہو گئے آپ کے بعد حضرت سلیمان نے اسے خوب وسعت بخشی۔بحر کیف مورخین میں اس تعلق

میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے۔آیئے ہم صحیح نتیجہ اخذ کرنے کیلئے رسول اللہؐ کی حدیث سے فیصلہ کروا لیتے ہیں۔

پیغمبر اسلام علیہ السلام نے فرمایا:

''جب حضرت داؤد علیہ السلام کا بیت المقدس بنانے کا ارادہ ہوا تو وہاں دو یتیموں کا ایک مکان تھا۔آپ نے اسے فروخت کر ڈالنے پر اصرار کیا۔ان دونوں نے کہہ دیا کہ ہم تو نہیں بیچتے۔پھر جب آپ نے اور زیادہ کوشش کی تو راضی ہو گئے۔لیکن قیمت میں کچھ مبالغہ کیا۔چنانچہ آپ نے جو پہلی قیمت تجویز کی تھی اسے رد کیا اور دوسری قیمت مقرر کی۔انہوں نے اس دوسری قیمت کو بھی رد کیا اور زیادہ دام مانگے۔حضرت داؤد نے یہ قیمت بہت زیادہ سمجھی۔اس پر اللہ برتر نے حضرت داؤد پر وحی نازل فرمائی تم جو کچھ انہیں قیمت دیتے ہو اگر وہ تمہاری ملکیت ہو تو تم جانو اور اگر ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے تم قیمت دے رہے ہو تو انہیں اس قدر دینا چاہئے۔جس میں وہ راضی ہو جائیں کیونکہ جس گھر کی میری طرف نسبت ہو وہ مظلم سے پاک ہونا چاہئے۔تمہارے لئے اس قسم کا گھر بنانا حرام کیا گیا ہے۔حضرت داؤد نے عرض کیا اے میرے پروردگار وہ گھر سلیمان کو عطا کر۔پس اللہ برتر نے وہ گھر حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا کر دیا۔''

(بحوالہ کتاب عجائب الاسفار مولف شیخ ابن بطوطہ جلد اول باب 19 صفحہ 164)

''علامہ قزوینی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت سلیمان شہر ہذا کی تعمیر و توسیع سے فارغ ہو چکے تو خدا تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی نازل کی کہ ''مانگ کیا مانگتا ہے۔'' آپ نے عرض کیا کہ اے خدائے لایزال! میرے گناہ بخش دے۔خدا تعالیٰ نے فرمایا:

منظور۔پھر دعا مانگی کہ غفور الرحیم، اس شخص کے گناہ بھی بخش جو اس متبرک مقام میں آکر نماز پڑھے چنانچہ یہ دعا بھی قبول ہوئی۔(بحوالہ کتاب جدید سفرنامہ مولفہ محمد وارث علی وارث صفحہ 26 مطبوعہ اسٹیم پریس لاہور 1925ء)

حقیقت یہ ہے کہ یہ شہر ایک مدت تک محل الانبیاء مہبط الوحی بنا رہا اور ایک وقت میں یہ مقام یہود و نصاریٰ، مسلمان تینوں قوموں کے نقطہ خیال سے متبرک اور تاریخی واقعات کا مرکز رہا ہے۔ مسلمانوں کا پہلا قبلہ یہی تھا اور شروع اسلام میں نماز بھی اسی سمت ادا کی جاتی تھی۔ علی ہذا القیاس یہود و نصاریٰ کا اب بھی اہم ترین مقدس مقام ہونے کا شرف بھی اس شہر کو حاصل ہے۔

ہر سال لاکھوں یورپین و امریکن عیسائی ادائیگی حج کیلئے یہیں آتے ہیں۔ اس متبرک شہر کو فلسطین کا دارالخلافت ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ تاریخ میں ذکر ہے اس شہر کے بازاروں میں کم از کم چالیس مختلف زبانیں بولنے والے اشخاص روزانہ دکھائی دیتے ہیں۔ تواریخ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ شاہ بابل بخت نصر نے ایک زمانہ میں اسی متبرک مقام میں خوب تباہی مچا رکھی تھی چنانچہ ''لکھا ہے جب بخت نصر نے بیت المقدس کا محاصرہ اول بار اٹھا لیا صدقیا بادشاہ ایسا خوش ہوا کہ جامہ میں پھولا نہیں سمایا اور سمجھا کہ ہمارے دن پھرے مگر یہ خوشی اس کی بہت تھوڑی مدت رہی۔ اس لئے کہ جب مصریوں نے کالڈیا والوں کو اپنے مقابل میں دیکھا تو ان کی جرأت ایسی جرار اور دلاور فوج سے لڑنے کی متقاضی نہ ہوئی... بعد اس کے بخت نصر نے بیت المقدس کا پھر محاصرہ کیا اور شہر کو آگ لگا کر خاک کیا اور خوب لوٹا۔''

(بحوالہ کتاب الملوک جدید چہارم صفحہ 74

مؤلفہ مرزا محمد کاظم برلاسی مراد آباد مطبوعہ 30 جون 1898)

مسکراتے ہوئے گلابوں میں
ہم نے دیکھا ہے اس کو خوابوں میں
جو بھی کرلے محبتوں کے سوال
تم ہو شامل مرے جوابوں میں
خوشبو مقصود تھی محبت کی
پھول رکھے گئے کتابوں میں
کتنا روشن دکھائی دیتا ہے
وہ محبت کے ماہتابوں میں
ہو ہی جائیں گے ایک دن شامل
ہم محبت کے ان نصابوں میں
اپنا کردار تک چھپاتے ہیں
لوگ بھی کس قدر حجابوں میں

شازیہ عالم شازی
کراچی

برطانیہ کے غریب ترین پیر

تحریر و تحقیق۔ صاحبزادہ ضیاء الرحمٰن ناصر
سجادہ نشین آستانہ عالیہ کار باڈی ریپئر شریف مانچسٹر

انگلینڈ میں مقیم چند پاکستانی پیر صاحبان کی معلوم دولت کا تخمینہ (آف شور دولت اور ٹرسٹ اس میں شامل نہیں)۔ نمبر 1۔ صوفی جنید نقشبندی Grandson صوفی عبداللہ نقشبندی، سجادہ نشین آستان عالیہ گھمکول شریف، برمنگھم 132 ملین پاؤنڈ۔ پاکستانی 290 ارب تقریباً۔ نمبر 2۔ پیر سلطان نیاز الحسن باہو، سجادہ نشین آستان عالیہ سلطان باہو، برمنگھم۔ 80 ملین پاؤنڈ، 176 ارب روپے تقریباً۔ نمبر 3۔ پیر سلطان فیاض الحسن باہو، اسسٹنٹ سجادہ نشین آستان عالیہ سلطان باہو، برمنگھم 83 ملین پاؤنڈ، 183 ارب روپے تقریباً۔ نمبر 4۔ پیر نور العارفین صدیقی، سجادہ نشین آستان عالیہ نیریاں شریف، برمنگھم، 77 ملین پاؤنڈ، 170 ارب روپے تقریباً۔ نمبر 5۔ پیرزادہ امداد حسین، مہتمم جامعہ الکرم نوٹنگھم، 76 ملین پاؤنڈ، 168 ارب روپے تقریباً۔ نمبر 6۔ پیر معروف حسین شاہ نوشاہی، آستانۂ عالیہ نوشاہیہ بریڈفورڈ، 68 ملین پاؤنڈ، 150 ارب روپے تقریباً (پیر معروف حسین صاحب برطانیہ میں وارد ہونے والے سب سے پہلے پیر ہیں، موصوف اپریل 1961 میں برطانیہ تشریف لائے، اور اون کی مل میں مزدوری شروع کی، چند ماہ بعد بریڈفورڈ میں تبلیغ الاسلام کے نام سے ایک مکان میں مسجد بنائی، لیکن مریدین کی تعداد کم ہونے کی وجہ سے اگلے 18 سال ملوں میں مزدوری ہی کرتے رہے، اس وقت بریڈفورڈ و گرد و نواح میں تیس سے زائد مکانات میں تبلیغ الاسلام کے نام سے مساجد بنا چکے ہیں، اور ان تمام پراپرٹیز کے بلاشرکتِ غیرے مالک بھی ہیں، لیکن ان مکانات کی مالیت 68 ملین پاؤنڈ میں شامل نہیں، پیر صاحب اس لحاظ سے بھی بدقسمت ہیں کہ پاکستان میں کسی بڑی گدی کے سجادہ نشین نہ ہونے کی وجہ سے برطانیہ میں ان کے مریدین کی تعداد ابھی تک بیس ہزار سے کم ہے) نمبر 7۔ پیر سید عبدالقادر جیلانی سابق خطیب ٹنچ بھاٹہ راولپنڈی، مہتمم دارالعلوم قادریہ جیلانیہ لندن، 62 ملین پاؤنڈ، پاکستانی 139 ارب روپے تقریباً نمبر 8۔ پیر منور حسین جماعتی سجادہ نشین آستان علیہ امیر ملت پیر جماعت علی شاہ برمنگھم، 60 ملین پاؤنڈ، پاکستانی 134 ارب روپے تقریباً۔ نمبر 9۔ پیر حبیب الرحمن محبوب، سجادہ نشین آستانہ عالیہ ڈھانگری شریف، بریڈفورڈ، 32 ملین پاؤنڈ، پاکستانی 71 ارب روپے تقریباً۔ نمبر 10۔ پیر عرفان مشہدی، سجادہ نشین آستان عالیہ بھکی شریف بریڈفورڈ، پیر عرفان شاہ صاحب ان پیروں میں سب سے غریب ترین پیر ہیں

کیونکہ ان کی دولت 2 ملین پاؤنڈ یعنی پاکستانی صرف 44 کروڑ روپے ہے۔تلک عشرۃ کاملۃ ۔مندرجہ بالا تمام دس پیر صاحبان کا تعلق پاکستان و آزاد کشمیر سے ہے۔ جو برٹش نیشنیلٹی ہولڈر اور برطانیہ میں مقیم ہیں۔طاہر القادری سمیت وہ تمام پیر صاحبان جنھوں نے اپنی دولت ٹرسٹ (این جی اوز) کے پردے میں چھپائی ہوئی ہے۔وہ اس لسٹ میں شامل نہیں۔نیز پاکستان میں مقیم جو پیر صاحبان سالانہ یہاں سے اربوں روپے کے نذرانے بٹورنے کے لیے تشریف لاتے ہیں وہ بھی اس لسٹ میں شامل نہیں۔

مندرجہ بالا دس پیر صاحبان کی اجتماعی دولت سے کئی گنا زیادہ دولت کے مالک" پیر ہاشم الگیلانی البغدادی" ہیں، جو آستان عالیہ شیخ عبدالقادر جیلانی رح بغداد کے گدی نشین ہیں، یہ پیر صاحب بھی برٹش نیشنلیٹی ہولڈر اور مقیمِ برطانیہ ہیں۔جیسے پاکستانی نژاد برطانوی پیر کبھی کبھی پاکستان دورہ پہ تشریف لے جاتے ہیں، اسی طرح یہ بھی کبھی کبھی بغداد کے دورہ پہ تشریف لے جاتے ہیں۔پسِ نوشت!! آج ایک بڑے پیر صاحب کی لیٹسٹ ترین کار جس کی پاکستان میں مالیت دس کروڑ کے قریب ہے، بمپر پہ معمولی سکریچز ختم کروانے میرے پاس تشریف لائی (پیروں کی گاڑیاں بھی تو مقدس ہوتی ہیں نا) تو سوچا، ذرا غریب ترین پیر صاحبان کی دولت کا امیر مریدین کے سامنے پول کھولا جائے۔

مظلوم فلسطینیوں کی نذر

اے فلسطینیو! نہ گھبراؤ
اب بہت جلد آسمانوں پر
ایسا سورج اُبھرنے والا ہے
جس میں امید کی کرن ہوگی
جس میں چاہت کے قافلے ہوں گے
غم بھلانے کے حوصلے ہوں گے
اے فلسطینیو! نہ گھبراؤ

تم نے جو زخم ہیں سہے وہ سب
سخت مشکل بہت ہی کاری ہیں
ظلم جتنے ہوئے ہیں دنیا میں
ان میں یہ ظلم سب پہ بھاری ہیں
اے فلسطینیو نہ گھبراؤ

وقت یہ بھی گزر ہی جائے گا
سُکھ کا لمحہ اتر ہی آئے گا
غم کے موسم سدا نہیں رہتے
دکھ کے عالم سدا نہیں رہتے
ہمت اور حوصلے سے جینا ہے
زہر یعنی کہ یہ بھی پینا ہے
اے فلسطینیو نہ گھبراؤ

تم اکیلے نہیں ہو دنیا میں
ساری دنیا تمھارے حق میں ہے
آزمائش کی اس گھڑی میں ہم
تم سے رخ کیسے موڑ سکتے ہیں
ایسی مشکل میں آج یوں تنہا
ہم تمھیں کیسے چھوڑ سکتے ہیں

شازیہ عالم شازی

SARMAD GLOBAL
CHARTERED ACCOUNTANTS

QUALIFIED CHARTERED ACCOUNTANTS
WITH BIG 4 EXPERIENCE

FREE TELEPHONE / EMAIL & WHATSAPP SUPPORT

- ✓ Company incorporation / Registered Office Address
- ✓ Personal Income Tax Return investigations,
- ✓ Rental Income Tax Returns
- ✓ UK State Pension Entitlement Review
- ✓ Advice on filling Gaps in UK State Pension
- ✓ UK State Pension / (Contracted Out) Tracing
- ✓ Private UK Pension Tracing.
- ✓ Assets Review for Inheritance Tax
- ✓ Appealing-Past years HRMC Penalties
- ✓ Preparation / Filing of Prior year tax returns
- ✓ Duplicate-Payslips/ P60s

ICAEW CHARTERED ACCOUNTANTS

SARMAD KHAN ACA, FCCA

OFFICE 115 LONDON ROAD MORDEN SURREY SM4 5HP UK
TEL +44(0)208 646 3666 FAX +44 (0)208 082 5002
E-MAIL: INFO@SARMADGLOBAL.COM
WEB. WWW.SARMADGLOBAL.COM
CELL +44 (0) 7903 416966

SAAMS FUNCTION HALL
Catering & Event Management

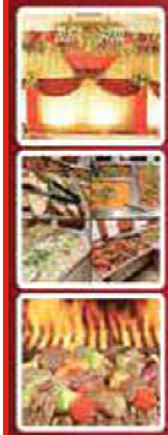

Services Available
- Catering Service
- Special Events
- Corporate Event
- Linen
- Crockery
- Cutlery
- Fresh Flowers
- Drinks
- Stages Decore
- Barbecue Hire

Enquire for a Booking
We Take reservations Everyday

Catering to your requirments
Cell:07883 815195

Tel: 020 8640 0700

Under New Management
Newly Refurbished function Hall

Looking for insurance?

For free advice call
Yasir Muhammad at **0203 468 2789**

Home/ Property	Business Fleet
Taxi Insurance	Shop Insurance
Car/ Van	Commercial Van
Life	Public Liability

www.londoninsure.co.uk
info@londoninsure.co.uk

LONDON INSURE

SHARIF
JEWELLERS
SINCE 1952

Timeless Jewels, Priceless Memories

Diamond • Gold • Kundan • Bespoke • Bridal Jewellery
Jewellery Repairs • Bullion Dealer • Best Jewellery Appraisal

WEDDING | PARTY | EVERYDAY

/SharifJewellers

LONDON
28 London Road, Morden
United Kingdom, SM4 5BQ
+44 (20) 3609 4712
+44 (0) 7405 929 636

RABWAH
Aqsa Road, Rabwah
Pakistan, 35460
+92 (47) 6212515
+92 (0) 307 465 7777

FREE CONSULTATION & LEGAL ADVICE
24 Hours Emergency Numbers

مفت قانونی مشاورت
24 گھنٹے ایمرجنسی سروس

07878 33 5000 / 07774222062

RASHID & RASHID LAW FIRM
211, The Broadway, Southall, UB1 1NB.
Near McDonalds Southall.
Tel: 02085 401 666, Fax 02085 430 534
Email: law786@live.com

190 Merton High Street, Wimbledon
London SW191AX
Tel: 02085 401 666, Fax 02085 430 534
Email: law786@live.com

راشد اینڈ راشد لاء فرم
211، دابراڈوے، ساؤتھ ہال، UB1 1NB، نزد میکڈونلڈز ساؤتھ ہال
فون: 02085 401 666، فیکس 02085 430 534
ای میل: law786@live.com

190 میرٹن ہائی سٹریٹ، ویمبلڈن
لندن SW19, 1AX
فون: 02085 401 666، فیکس 02085 430 534
ای میل: law786@live.com

SOW THE SEEDS OF LOVE

Benefit with very competitive rates, tailored advice & service to suit your specific needs, 24 hour response to all online enquiries and our many years of experience
www.rashidandrashid.co.uk

مناسب ریٹس میں آپ کی مخصوص ضروریات کے
تحت موزوں مشورہ، 24 گھنٹے آن لائن سروس
اور ہمارا سالوں کا تجربہ

- Asylum & Immigration
- New Point Based System
- Settlement Application (ILR)
- European Law
- Nationality & Travel Documents
- Human Rights Applications
- High / Court of Appeals
- Family Matters and Divorce
- Switching Visas
- Over Stayers
- Legacy Cases
- Work Permits
- Visa Extensions
- Judicial Reviews
- Tribunal Appeals
- Student appeals

- اسائلم/سیاسی پناہ اور امیگریشن
- سیٹلمنٹ درخواست (ILR)
- نیشنیلٹی اور سفری دستاویزات
- ہائی/کورٹ آف اپیل
- نیا پوائنٹ بیسڈ امیگریشن سسٹم
- یورپین قانون
- درخواست برائے انسانی حقوق/ہیومن رائٹس
- طلاق و دیگر خاندانی معاملات
- ویزا میں تبدیلی
- اوور سٹیئرز
- وراثتی معاملات/لیگیسی کیس
- ورک پرمٹ
- ویزا توسیع/ایکسٹینشن
- جوڈیشل ریویو
- ٹرائیبونل اپیل
- سٹوڈنٹس اپیل

RASHID & RASHID
Solicitors, Advocates
Immigration Specialists
Commissioners of Oaths

راشد احمد خان
وکیل (پرنسپل)